قسط اوّل

نمونۂ اسلاف حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم کے منتخب
ملفوظات جو رسوخ علمی، دین کی صحیح فہم، اعتدال و توازن اور
دعوت و تبلیغ کی محنت کے مقاصد اور اس کی بنیادوں کی صحیح تشریح کا آئینہ دار ہیں

ملفوظات

حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم

مرتب

محمد عثمان حسن بارہ بنکوی

مدرس مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم دیوبند

ناشر

مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم دیوبند

قسط اوّل

نمونۂ اسلاف حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم کے منتخب
ملفوظات جو رسوخ علمی، دین کی صحیح فہم، اعتدال و توازن اور
دعوت و تبلیغ کی محنت کے مقاصد اور اس کی بنیادوں کی صحیح تشریح کا آئینہ دار ہیں

ملفوظات

حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم

مرتب

محمد عثمان حسن بارہ بنکوی

مدرس مدرسہ اسلامیہ اصغر دیوبند

ناشر

مدرسہ اسلامیہ اصغر دیوبند

تفصیلات

نام کتاب ⟵ ملفوظات (حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم)

ترتیب ⟵ محمد عثمان حسن بارہ بنکوی

کمپیوٹر سیٹنگ ⟵ محمد محسن دیوبند: 9045237896-8057239323

اشاعت اوّل ⟵ ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ مطابق جون ۲۰۲۴ء

صفحات ⟵ ۶۴

ناشر ⟵ مدرسہ اسلامیہ اصغریہ (بھائلہ روڈ) دیوبند

ناشر

مدرسہ اسلامیہ اصغریہ (بھائلہ روڈ) دیوبند

بسم
الرحمن الرحیم

عناوین	صفحہ نمبر
تقریظ: حضرت مولانا مفتی احمد دیولا دامت برکاتہم	۸
دعائیہ کلمات: جناب ڈاکٹر سید تجمل حسین میاں صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ اصغریہ	۱۳
تبلیغی جماعت کا مقصدِ کار اور طریقۂ کار، از: محمد عثمان حسن بارہ بنکوی	۱۵
ملفوظات	۳۰
حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم	
محنتیں مقاصد کے لیے ہوتی ہیں	۳۰
دعوت وتبلیغ کے طریقۂ کار کی شرعی حیثیت	۳۱
دعوت وتبلیغ کے مقاصد	۳۲
دین سیکھنے اور گھر والوں کو دین سکھانے کی اہمیت	۳۶
ہم دین کے سارے شعبوں کے مددگار ہیں	۳۷
دین کی محنت کے سارے کام نصرت کے ہیں	۳۷
خالی پھرنا مقصود نہیں ہے	۳۹
غرور اور غلو سے بچو	۳۹
داعی اور مدعی کا فرق	۴۰

عناوین	صفحہ نمبر
اعمال میں درجہ قائم کرنا اللہ ورسول کا حق ہے	۴۰
بیانات میں احتیاط ضروری ہے	۴۱
علماء کا وجود معجزہ ہے	۴۱
علم کی غایت	۴۲
علم دین امانت ہے	۴۳
حضرت امام محمدؒ کا ڈر	۴۳
دین ادب کا نام ہے	۴۴
دین کی حقیقت	۴۴
ایمان وعلم	۴۵
رجوع الی اللہ	۴۶
اطاعت کا مطلب	۴۷
اپنی امانت داری اللہ کو دکھاؤ	۴۷
دعوت کا کام اخلاص سے کرنا ہے	۴۸
فضائل کے علم کا فائدہ	۴۹
حسد کی قباحت	۴۹
ایمان واحتساب	۵۰
نیتوں کا اخلاص	۵۰
اخلاص کا فائدہ	۵۱

عناوین	صفحہ نمبر
دین کے کام اپنے آپ کو مٹا کر کیے جاتے ہیں	۵۱
استقامت مطلوب ہے	۵۲
ایمان والا حکم کے تابع ہوتا ہے	۵۳
سنت طریقے اصل دین ہیں	۵۴
ایک قابلِ اصلاح بات	۵۵
چھ صفات میں سے ہر صفت مطلوب ہے	۵۶
تسویف کا مطلب اور اس کا نقصان	۵۷
اس کام کا ایک حصہ دعا کا بھی ہے	۵۸
مال کا مثبت پہلو	۵۸
اللہ کے خوف کا مطلب	۵۹
اعمال کی محبت اور عبادت کی محبت اِس کام کے اثرات ہیں	۶۰
جماعتوں کے اندر فارغ وقت کا بہترین استعمال اپنی قضا نمازیں ہیں	۶۰
روز آنہ کچھ نہ کچھ سیکھے، صحابہؓ نے اسی طرح دین کو سیکھا	۶۱
ہر چیز کو سنت کے مطابق کرنا ہے	۶۲
اعتکاف بھی کیا کرو	۶۳

تقریظ

حضرت مولانا مفتی احمد دیولا دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن وانس کو دیا گیا آخری اور حتمی ضابطۂ حیات ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے کر جن وانس پر اس کی اتباع ضروری قرار دی ہے؛ چناں چہ قرآن وحدیث کے متعدد نصوص یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک اس دین کو باقی رکھیں گے اور ہر زمانہ میں ایک جماعت ایسی ضرور ہوا کرے گی، جو اس دین پر عمل کرتے ہوئے دین کو اس کی اصلی شکل میں محفوظ رکھنے کی کامیاب کوشش کرے گی۔ اور چوں کہ دین کے متعدد شعبے ہیں اس لیے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ زمانہ در زمانہ ہر شعبے کی حفاظت کے لیے مستقل جماعت کھڑا کرتے ہیں۔

حدیث نبوی: ''لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُاللهِ'' کی شرح میں شارح مسلم علامہ نوویؒ اس جماعت کے مصداق میں: اہلِ علم، فقہاء، مجتہدین، محدثین، مجاہدین وغیرہ

اقوال نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

قلت ويحتمل أن هذه الطائفة مفرقة بين أنواع المؤمنين منهم شجعان مقاتلون ومنهم فقهاء ومنهم محدثون ومنهم زهاد وآمرون بالمعروف وناهون عن المنكر ومنهم أهل أنواع أخرى من الخير ولا يلزم أن يكونوا مجتمعين بل قد يكونون متفرقين في أقطار الأرض وفي هذا الحديث معجزة ظاهرة فإن هذا الوصف ما زال بحمد الله تعالى من زمن النبي صلى الله عليه وسلم إلى الآن ولايزال حتى يأتي أمر الله المذكور في الحديث.

یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ طائفۂ منصورہ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں پایا جائے۔ پس یہ طائفہ جگردار مجاہدین میں بھی ہوگا، فقہاء میں بھی ایسی جماعت ہوگی، محدثین میں بھی ایک گروہ ایسا ہوگا، دنیا بیزار زاہدین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں میں بھی ایسے لوگ ہوں گے؛ بلکہ کارِ خیر کے تمام شعبوں میں حدیث کا مصداق ایک طائفہ ضرور ہوگا؛ نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ سب لوگ ایک ہی جگہ پائے جائیں؛ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ سب اکنافِ عالم میں پھیلے ہوئے ہوں۔

آگے علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: اس حدیث میں ایک کھلا ہوا معجزہ ہے کہ زمانۂ نبوی سے لے کر آج تک اس وصف سے متصف جماعت ہر دَور میں موجود رہی اور جب تک حدیث شریف کے مطابق 'امر اللہ' واقع نہ ہوجائے، یہ جماعت پائی جائے گی۔

آج ساڑھے چودہ سو سال کے بعد ہم ماضی پر نظر کرتے ہیں تو مختلف زمانوں میں حفاظتِ دین اور اشاعتِ دین کی خدمت انجام دینے والی جماعتوں کا ایک ایسا تسلسل نظر آتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور آیتِ کریمہ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ اور حدیثِ مذکور پر ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔ کسی زمانہ میں کسی علاقہ میں اگر اسلام کمزور ہوتا ہے تو عین اُسی وقت دوسرے علاقہ میں کوئی جماعت غلبۂ حق کا مژدہ سنا رہی ہوتی ہے۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

پچھلے سو سال میں ہندوستان اور دنیا بھر میں مسلمانوں کو اسلام کے تئیں بیدار کرنے، آمادۂ عمل کرنے، خاص کر سنتِ نبوی کو زندہ کرنے میں جو کردار جماعتِ تبلیغ نے انجام دیا ہے، وہ اِس جماعت کو حدیثِ مذکور کا مصداق بنانے میں کافی ہے۔

چوں کہ یہ عوامی محنت ہے، مخصوص ذمہ داروں کے سوا اکثر لوگ اس میں عوامی طبقہ سے ہوتے ہیں؛ اس لیے عوام کو ذمہ داروں کی طرف سے بتائے گئے ایک تنگ دائرے میں رہ کر ایک نپے تلے منہج کے تابع ہوکر کام کرنا ضروری ہوتا ہے۔

یہ دائرۂ کار اور منہج کیا ہے؟ اس کی تفصیل ہمیں اس جماعت کے بانی اکابرین، یکے بعد دیگرے جماعت کی سرپرستی کرنے والے بزرگ علماء اور ان حضرات کی قدیم وطویل صحبت سے فیضیاب علماء کی تقاریر، تصانیف، مواعظ اور ملفوظات میں ملتی ہے۔

احقر کے مشفق ومربی اور استاذ الاساتذہ، داعی کبیر، نمونۂ اسلاف حضرت مولانا ابراہیم صاحب کی ذات اِس زمانہ میں وہ آخری ہستی ہے جس نے ایک طرف

اکابرینِ تبلیغ کی طویل صحبت وتربیت سے اس کام کو سیکھا ہے تو دوسری طرف اُمّ المدارس دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ؛ خاص کر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے علمِ الٰہی اور نورِ نبوت کا کسب فرمایا ہے اور پچاس سال سے زائد عرصہ سے تبلیغِ دین کے ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہی وہ دو (صحبت صالح وعلم دین) بنیادی چیزیں ہیں جو آدمی کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھتی ہیں اور ان میں کسی ایک میں بھی کوتاہی یا محرومی بدعت وگمراہی کا دروازہ کھولتی ہے۔ فرقِ مبتدعہ کی نشاۃ وتاریخ سمجھنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوں گے؛ چناں چہ حضرت مولانا کے مواعظ وملفوظات میں کارِ تبلیغ کا منہج، اصول، حدود اور آداب کا ذکر قرآن وحدیث کی نصوص اور اکابرین کے واقعات وارشادات کی روشنی میں اس طرح مدلل اور مزین ہوتا ہے کہ عوام وعلماء کو اطمینان وتشفی ہوجاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح دعوت کے کام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ کام کی افادیت اس میں جڑنے سے سمجھ میں آتی ہے ایسا ہی کچھ حال حضرت مولانا طال عمرہ ودام فیضہ کے مواعظ وملفوظات کا ہے۔

میرے سامنے موجود اس کتابچہ میں حضرت مولانا دامت برکاتہ کے کچھ ایسے ملفوظات کو جمع کیا گیا ہے جس سے اس کام کے منہج وطریق واضح ہوں اور قرآن وسنت سے اس کا استناد بھی ثابت ہوں۔ یہ انتہائی ضروری کام نوجوان عالمِ دین، دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دیوبند کے استاذ جناب مولانا محمد عثمان حسن صاحب زید مجدہ نے انجام دیا ہے۔ رسالہ کے شروع میں موصوف نے چشم کشا ایک تفصیلی مضمون ''تبلیغ جماعت کا مقصد اور طریقۂ کار'' کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے، جو جماعتِ تبلیغ کے طریقۂ کار اور موجودہ صورتِ حال کے تناظر میں کام کرنے والوں

کے تذبذب کو ختم کر کے انہیں یقین وثبات کی راہ فراہم کرے گا ان شاء اللہ۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو حسنِ قبول عطا فرمائے، اس کے ذریعہ دعوت کے کام کو اور کام کرنے والے مخلصین کو تقویت پہنچائے اور صاحبِ رسالہ کی اس کاوش کو صدقۂ جاریہ بنا کر ثوابِ جاریہ کا حقدار بنائے۔ آمین۔

مفتی احمد دیولوی

خادم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات

مؤرخہ: ۱۲/ذوالقعدہ ۱۴۴۵ھ مطابق: ۲۱/مئی، ۲۰۲۴ء

دعائیہ کلمات

جناب ڈاکٹر سید تجمل حسین میاں صاحب

مہتمم مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعوت وتبلیغ کا کام اِس پُرفتن دَور میں عوام الناس کے اندر دینی بیداری پیدا کرنے کی ایک نہایت مؤثر محنت ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں لوگوں کو ہدایت کی دولت سے مالا مال فرمایا، بندے نے بیرون ممالک میں اس محنت کے حیرت انگیز منافع کا مشاہدہ کیا، الحمدللہ بچپن سے ہی مجھے اس محنت کے ساتھ وابستگی اور تعلق حاصل ہے، اور جماعتوں میں بھی نکلنے کا موقع ملا ہے، جس کی بڑی وجہ والدِ محترم ڈاکٹر سید جمیل حسین میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا اکابر تبلیغ سے تعلق تھا۔

ہمارے والد محترم بچپن ہی میں حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے تھے، جس کی برکت سے آخر عمر تک اس مبارک محنت سے تعلق اور لگاؤ رہا، جب سے جماعت میں چلّہ لگانا شروع کیا کبھی ناغہ نہیں ہونے دیا، حضرت جیؒ کے بعد بھی تمام اکابر سے برابر تعلق رہا، یہی وجہ ہے کہ جب جماعت کے کام میں ناگفتہ بہ حالات پیدا ہونے

شروع ہوئے، تو پوری بصیرت اور انشراح کے ساتھ اکابر ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے نہج کو ہی اختیار فرمایا اور شوریٰ کی ترتیب پر اپنے مدرسے کی مسجد میں ہفتہ واری پروگرام شروع فرمادیا، بعض حالات بھی آئے؛ لیکن حضرت والد صاحبؒ پوری مضبوطی اور استقامت کے ساتھ صحیح موقف اور نظریہ پر قائم رہے، اسی کی برکت ہے کہ آج الحمد للہ یہ مرکز آباد ہے اور یہاں جماعتوں کی مستقل آمد ورفت ہے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کے اعمال حسنہ کو قبول فرمائے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مفتی محمد عثمان حسن صاحب بارہ بنکوی زید علمہٗ (استاد مدرسہ اسلامیہ اصغریہ) کو کہ انہوں نے بقیۃ السلف حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم جیسی شخصیت کے ملفوظات منتخب ومرتب کیے جو موجودہ زمانے میں دعوت وتبلیغ کے سب سے پرانے ہیں، اکابر کو دیکھے ہوئے ہیں، علمی گہرائی اور فکری اعتدال رکھنے والے ہیں اور پوری دنیا میں دعوت کے کام کا مرجع ہیں، یہ ملفوظات جہاں ایک طرف کارکنانِ تبلیغ کے لیے رہنما خطوط ہیں تو دوسری طرف تبلیغی جماعت کے دو رخوں کے درمیان حد فاصل ہیں، بندہ کا خیال ہے کہ جو اس رسالے کو اس کے مقدمے کے ساتھ پڑھے گا تو وہ جماعت تبلیغ کی صحیح بنیادوں سے واقف ہوجائے گا اور صحیح رخ پر دعوت کا کام کرنے پر منشرح ہوجائے گا، ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرتب محترم کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور ان ملفوظات کے ذریعہ امتِ مسلمہ کو نفع پہنچائے۔ آمین

سید تجمل حسین میاں

۱۵/۱۱/۱۴۴۵ھ

❑❖❑

مقدمہ

تبلیغی جماعت کا مقصدِ کار اور طریقۂ کار

بانیٔ جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم کے ملفوظات کی روشنی میں

از: محمد عثمان حسن بارہ بنکوی

مدرس مدرسہ اسلامیہ اصغریہ، دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بندے نے دار العلوم دیوبند کے علمی اور نورانی ماحول میں بارہ سال گزارے، دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد تکمیل ادب، تکمیل افتاء اور تخصص فی الافتاء میں رہنے کا موقع ملا، جس میں اکابر اساتذۂ کرام کو دیکھنے، ان کی باتوں کو سننے کی توفیق ملی، اگرچہ اپنی غفلت سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھاسکا، تاہم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جو کچھ بن پڑا سیکھنے کی کوشش کرتا رہا، اللہ تعالیٰ سیکھنے کا جذبہ ہمیشہ باقی رکھے، اس وقت بندہ مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دیوبند میں درس وتدریس کی خدمت انجام دے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مزید احسان یہ ہے کہ زمانۂ طالبِ علمی ہی سے دعوت وتبلیغ کی مبارک محنت کے ساتھ کسی درجہ تعلق رہا، الحمد للہ وہ تعلق ابھی بھی برقرار ہے اور اس مناسبت سے مختلف علاقوں کے علمائے کرام سے ملاقات کے مواقع بھی میسر ہوتے ہیں، قریب

اور دُور کے مدارس میں جانا ہوتا ہے، حضرات علمائے کرام اور مشائخ عظام حوصلہ افزائی فرماتے ہیں اور محنت کو سراہتے ہوئے دعائیں دیتے ہیں اور دعوت کی محنت کو اپنے بڑوں کے نہج اور طریقے پر کرنے کی تائید وتاکید فرماتے ہیں اور حتی الامکان تعاون بھی فرماتے ہیں، ملاقاتوں کے دوران بعض علمائے کرام کی طرف سے یہ بات سننے میں آئی کہ حضرات اہلِ شوری کی نگرانی میں جو کام چل رہا ہے اس کے اصول وضوابط طے ہونے چاہئیں، خصوصاً طریقۂ کار کے سلسلے میں اہلِ شوری کا نقطۂ نظر سامنے آنا چاہیے تاکہ یہ کام ہمیشہ صحیح ڈگر پر چلتا رہے اور ہر شخص کام کے صحیح نہج کو نئی ترتیب سے ممتاز کر سکے اور دونوں کے فرق کو جان سکے اور پورے انشراح کے ساتھ صحیح نہج کو اپنانے اور چلانے کی کوشش کرے، علمائے کرام کی یہ بات معقول اور اہم نظر آئی کہ دعوت وتبلیغ کی محنت کے جو دو رخ چل رہے ہیں، ان کے درمیان فرق واضح رہنا ضروری ہے۔

احقر نے اس بارے میں دعوت وتبلیغ کے اُن اکابر سے رجوع کیا جو الحمد للہ گزرے ہوئے اکابر کے صحبت یافتہ اور ان کے معتمد علیہ رہ چکے ہیں اور نصف صدی سے زائد وقفہ اس محنت میں گزار چکے ہیں، ان حضرات نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے:

> ''اِس مبارک محنت کے مقاصد، بنیادیں اور اصول وآداب سب چیزیں ابتدا ہی سے واضح ہوچکی ہیں اور اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے حکم سے ایک رسالہ موجودہ پستی کا واحد علاج (جو فضائلِ اعمال کا جزء ہے) تصنیف کیا گیا تھا جس میں کافی حد تک کام کے مقاصد اور بنیادوں کو سمجھایا گیا ہے، اس کے علاوہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ملفوظات ومکاتیب میں بھی کام کے مقاصد اور اصولوں کو واضح

کر دیا گیا ہے، حضرت دہلویؒ کے ملفوظات میں مخصوص طریقۂ کار کی افادیت کے ساتھ اس کا مقصود بالذات نہ ہونا اور مقصدِ کار کے لیے ذریعہ اور وسیلہ ہونا صاف طور پر مذکور ہے، ہم تو لکیر کے فقیر ہیں، جو امانت ہم کو ہمارے بڑوں سے بذریعہ صحبت ملی ہے، ہمیں تو اسی کو آگے بڑھانے میں کام کی حفاظت اور کام کرنے والوں کے لیے خیر نظر آتی ہے، رہی بات آخری سالوں میں کام کا جو نیا رخ سامنے آیا ہے، تو اس بارے میں ہمارے خطوط موجود ہیں جن میں صحیح اور غلط نہج کی نشان دہی اور فرق کو واضح کرتے ہوئے یہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ ہم نئے رخ سے کبھی متفق نہیں رہے"۔ یہ خطوط حضرت مولانا عبید اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم (مجاز حضرت اقدس مولانا مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم) نے مجموعۂ خطوط کے نام سے شائع کر دیا ہے"۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کے ملفوظات و مکاتیب پڑھنے کے بعد بلاشبہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ہمارے موجودہ اکابر تبلیغ نے اپنے خطوط میں دعوت و تبلیغ کے مقاصد، بنیادی اصول اور صحیح نہج کے سلسلے میں جو کچھ باتیں لکھی ہیں، وہ بانیٔ جماعت تبلیغ و اُن کے رفقائے کار کی تصریحات کے عین مطابق ہیں، بالخصوص بقیۃ السلف حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم اپنے بیانات میں کام کے جو مقاصد اور بنیادیں بیان فرما رہے ہیں اور کارکنان جماعت کو جن خاص امور کی طرف بار بار توجہ دلا رہے ہیں اور متنبہ کر رہے ہیں، یہی وہ مقاصد اور قابلِ تنبیہ امور ہیں جن کی طرف حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی توجہ دلاتے رہے اور اس زمانے میں جب کہ اس مبارک جماعت کا ایک طبقہ غلط افکار کا شکار ہو چکا ہے، قابلِ تنبیہ امور پر توجہ دلانا پہلے سے کہیں زیادہ ضروری ہو گیا ہے، اس لیے ضرورت

ہے کہ حضرت دیولا دامت برکاتہم کے اہم ملفوظات کو جماعت کے حلقے میں زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے اور اہلِ علم تک بھی پہنچایا جائے، آپ بجا طور پر اس زمانے میں جماعت کے مجدد کہلانے کے مستحق ہیں۔

حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم: ایک مختصر تعارف

حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم دار العلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے شاگرد رشید ہیں، آپ نصف صدی سے زائد دعوت وتبلیغ کے کام میں گزار چکے ہیں، اس دوران آپ نے دعوت وتبلیغ کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی نباہنے کے ساتھ پوری یکسوئی اور استقامت کے ساتھ درس وتدریس کی خدمت بھی انجام دی، آپ کا پہلا چلّہ ۱۹۵۸ء میں اعظم گڑھ میں لگا تھا، اس کے بعد ۱۹۶۶ء میں چار ماہ حیدرآباد میں لگے اور اسی سال سات ماہ کے لیے عراق وشام کا سفر ہوا، پھر ۱۹۶۹ء میں ترکی، اردن اور عراق کا انیس ماہ کا سفر ہوا، ۱۹۷۲ء میں ملیشیا، تھائی لینڈ اور سنگاپور کا سفر ہوا، اسی سال (۱۹۷۲ء) میں بنگلہ والی مسجد میں مقیم ہو گئے اور تقریباً پینتالیس سال وہاں قیام فرمایا، اس طرح حضرت دیولا دامت برکاتہم کو دعوت کے کام میں لگے ہوئے آج پینسٹھ سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے، اس مبارک محنت میں بے داغ اور صاف ستھری مجاہدانہ وزاہدانہ اور محتاط زندگی گزارنا آپ کا ایک ایسا وصف بن چکا ہے کہ علماء ومشائخ اور جماعت کے قدیم وجدید کارکنان؛ بلکہ مخالفین بھی اس کے معترف ہیں، دعوت وتبلیغ کی محنت اور تعلیم وتعلّم میں گھلی ہوئی ایسی معتبر ومتفق علیہ شخصیت کے ملفوظات مرتب کر کے شائع کرنا میرے لیے بڑی سعادت کی بات ہے۔

دعوت وتبلیغ کے دو رخ کے درمیان فرق اور حدِّ فاصل

پہلے ذکر کیا جا چکا کہ موجودہ وقت میں جماعت تبلیغ کے جو دو رُخ چل رہے ہیں، اُن کے درمیان فرق کو کما حقہ سمجھنے کے لیے یوں تو اکابر کے صحبت یافتہ پرانے کارکنان کے لکھے ہوئے خطوط ہی اصل کا درجہ رکھتے ہیں؛ اس لیے بصیرت کے لیے ان ہی خطوط کا مطالعہ مفید ہوگا؛ البتہ چند ماہ پہلے مسجد فیض الٰہی میں ملک کے پُرانے کارکنان کا حسب معمول ایک مشورہ ہوا جس میں حضرت دیولا دامت برکاتہم کے کئی بیانات ہوئے، ایک بیان میں حضرت نے جو کچھ فرمایا اس کو دعوت وتبلیغ کے کام کے دو رخوں کے درمیان فرق کرنے والی چیزوں میں فکری اعتبار سے سب سے اہم کہا جا سکتا ہے، فرماتے ہیں:

''طریقۂ کار کی ترقی اصل نہیں ہے، عبادت کی ترقی اصل ہے، یہ بات یاد رکھو، طریقۂ کار کی ترقی اصل نہیں ہے، طریقۂ کار بڑھ گیا یہ ترقی نہیں ہے؛ بلکہ لوگوں میں عبادت کا رجحان بڑھے، اپنے دین پر جان مال لگانے کا رجحان بڑھے اس کو عبادت کہتے ہیں کہ یہ بڑھ جاوے، فرائض میں بھی نوافل میں بھی، جو فوت ہو چکا ہے اس کی ادائیگی میں بھی یہ رجحان بڑھے، یہ اصل دین ہے، سمجھ میں آئی بات، یہ اصل دین ہے، ورنہ طریقۂ کار کو سب کچھ سمجھ لینا بڑی بھول ہے، طریقۂ کار ایک بدلنے والی چیز ہے، طریقۂ کار تو زمانے کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں، حضرت مولانا الیاس صاحب سے پہلے تین دن لگانا چالیس دن لگانا نہیں تھا کوئی جانتا نہیں تھا، یہ اب آیا، جی ہاں کیوں کہ یہ طریقۂ کار ہے تو طریقۂ کار بدلتے

رہتے ہیں حالات کی وجہ سے؛ لیکن جو اصل دین ہے وہ نہیں بدلتا، اس لیے اصل دین کیا ہے کہ ایمان میں کمال پیدا کرنا، فرائض کو اہتمام سے ادا کرنا اور حرام سے اپنے آپ کو بچانا اور کسی کا حق ہے تو ادا کرنا یہ اصل دین ہے، حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے پانچوں اعمال کے فضائل لکھوائے، کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکاۃ؛ کیوں کہ یہ اسلام ہے، اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، یہ اسلام ہے کہ امت میں فرائض زندہ ہوجائیں، ہمارے اندر فرائض زندہ ہوجائیں، جی فرائض اور واجبات اس کا حساب ہوگا جی ہاں! یہ ہمارے اندر زندہ ہوجائے گا اور صحیح زندہ ہوجاوے، سمجھ میں آئی بات تو محنت مقصد کے لیے ہوتی ہے، محنت محنت کے لیے نہیں ہوتی، محنت مقصد کے لیے ہوتی ہے، اذان اذان کے لیے ہوتی ہے؟ اذان کس کے لیے ہوتی ہے بولو! اذان نماز کے لیے ہوتی ہے، اذان اذان کے لیے نہیں ہوتی، دعوت دعوت کے لیے نہیں ہوتی، دعوت عبادت کے لیے ہوتی ہے دعوت عبادت کے لیے ہوتی ہے اور عبادت وہ قابلِ قبول ہوگی جو سنت کے مطابق ہوگی، یہ علم وذکر کا مطلب ہے، لوگوں نے علم وذکر کو سائیڈ پر کیا ہے، بس نکلو نکلو، تو نکلو نکلو تو صحیح ہے؛ لیکن نکلنا علم وذکر کے ساتھ ہے، یا جہالت کے ساتھ؟ کیوں کہ علم نہیں تو جہالت اور ذکر نہیں تو غفلت، تو نکلنا غفلت جہالت کے ساتھ ہے یا علم وذکر کے ساتھ ہے''۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

حضرت دیولا دامت برکاتہم کا یہ ملفوظ مغز کی حیثیت رکھتا ہے، اقتباس کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ نتائج سامنے آتے ہیں:

- طریقۂ کار کو سب کچھ سمجھ لینا بڑی بھول ہے۔
- طریقۂ کار کی ترقی اصل نہیں ہے، عبادت کی ترقی اصل ہے۔
- طریقۂ کار بڑھ جائے یہ ترقی نہیں ہے؛ بلکہ لوگوں میں عبادت کا رجحان بڑھ جائے، یہ اصل ترقی ہے۔
- زمانے اور حالات کی وجہ سے طریقۂ کار بدلتے رہتے ہیں؛ لیکن جو اصل دین ہے وہ نہیں بدلتا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے پہلے تین دن لگانا، چالیس دن لگانا نہیں تھا کوئی جانتا نہیں تھا، یہ اب آیا؛ کیوں کہ یہ طریقۂ کار ہے۔
- ایمان میں کمال پیدا کرنا، فرائض کو اہتمام سے ادا کرنا اور حرام سے اپنے آپ کو بچانا اور کسی کا حق ہے تو ادا کرنا اصل دین ہے۔
- فرائض اور واجبات اس کا حساب ہوگا، اس لیے ان کا زندہ ہوجانا اور صحیح زندہ ہوجانا مطلوب ہے۔
- محنت مقصد کے لیے ہوتی ہے، محنت محنت کے لیے نہیں ہوتی۔
- دعوت دعوت کے لیے نہیں ہوتی، دعوت عبادت کے لیے ہوتی ہے۔
- عبادت وہ قابلِ قبول ہوگی جو سنت کے مطابق ہوگی۔
- نکلنا علم وذکر کے ساتھ ہے؛ اس لیے کہ علم نہیں تو جہالت اور ذکر نہیں تو غفلت۔

حاصل یہ کہ کارکنان جماعت کو ہمیشہ مقصدِ کار یعنی اصل دین کی ترقی کو مستحضر رکھنا چاہیے اور طریقۂ کار جو ایک انتظامی اور بدلنے والی چیز ہے، اس کو مقصد نہ بنالینا چاہیے۔

حضرت دیولا دامت برکاتہم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، اسی مضمون کو بانیٔ جماعت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی قدس سرہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

''ہماری اِس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو جمیع ما جاء بہ النبی ﷺ سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی وعملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد۔ رہی قافلوں کی چلت پھرت اور تبلیغی گشت سو یہ اس مقصد کے لیے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ نماز کی تلقین وتعلیم گویا ہمارے پورے نصاب کی الف، باء، تاء ہے، یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے پورا کام نہیں کر سکتے، ان سے تو بس اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ ہر جگہ پہنچ کر اپنی جدوجہد سے ایک حرکت وبیداری پیدا کر دیں اور غافلوں کو متوجہ کر کے وہاں کے مقامی اہلِ دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر کرنے والوں (علماء وصلحاء) کو بے چارے عوام کی اصلاح پر لگا دینے کی کوشش کریں، ہر جگہ تو اصلی کام وہی کے کارکن کر سکیں گے اور عوام کو زیادہ فائدہ اپنی جگہ کے اہلِ دین ہی سے استفادہ کرنے سے ہوگا؛ البتہ اس کا طریقہ ہمارے ان آدمیوں سے سیکھا جائے جو ایک عرصہ سے افادہ واستفادہ اور تعلیم وتعلّم کے اس طریقے پر عامل ہیں اور اس پر بڑی حد تک قابو پا چکے ہیں''۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحب، ص:۲۹، ملفوظ نمبر:۲۴)

فرمایا: ''علماء سے کہنا کہ ان تبلیغی جماعتوں کی چلت پھرت اور محنت وکوشش سے سے عوام میں دین کی صرف طلب اور قدر ہی پیدا کی جاسکتی ہے اور ان کو دین سیکھنے پر آمادہ ہی کیا جاسکتا ہے، آگے دین کی تعلیم وتربیت کا کام علماء اور صلحاء کی توجہ فرمائی ہی سے ہوسکتا ہے، اس لیے آپ حضرات کی توجہات کی بڑی ضرورت ہے''۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحب، ص:۲۱۲، ملفوظ نمبر:۱۴۲)

فرمایا: ''ہمارے نزدیک اس وقت امت کی اصل بیماری دین کی طلب وقدر سے ان کے دلوں کا خالی ہونا ہے، اگر دین کی فکر وطلب ان کے اندر پیدا ہوجائے اور دین کی اہمیت کا شعور واحساس ان کے اندر زندہ ہوجائے تو ان کی اسلامیت دیکھتے دیکھتے سرسبز ہوجائے، ہماری اس تحریک کا اصل مقصد اس وقت بس دین کی طلب وقدر پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے، نہ کہ صرف کلمہ اور نماز وغیرہ کی تصحیح وتلقین''۔

(حوالۂ بالا، ص: ۶۷، ملفوظ نمبر: ۹۱)

بانیٔ جماعت کی ان تصریحات سے عیاں اور ظاہر ہے کہ تبلیغی جماعت کی چلت پھرت سے مقصد دین سیکھنا، دین میں ترقی حاصل کرنا اور عوام میں دین کی طلب، دین کا رجحان، دین کی قدر وقیمت اور دین کی اہمیت کا شعور واحساس پیدا کر کے عوام کو دین سیکھنے، دین پر عمل کرنے اور دین اسلام کے پورے علمی وعملی نظام سے وابستہ ہوجانے کی طرف متوجہ کرنا ہے، یعنی مومن ہونے کے لیے جن حقیقتوں پر یقین ضروری ہے، اُن کا یقین مسلمانوں میں عام ہو، جن دینی باتوں کا علم ضروری ہے اُن کا علم عام ہو اور مومن کی جیسی عملی اور اخلاقی اور دعوتی زندگی ہونی چاہیے، وہی مسلمانوں کی عمومی زندگی ہو، خروج اور محض نکلنا مقصود اصلی نہیں ہے کہ اس کو براہِ راست اللہ کا امر قرار دے کر اس کو اپنانے کی دعوت دی جائے، اب اگر کارکنان جماعت پر خروج اور محنت غالب آجائے اور طریقۂ کار کی ترقی کو مقصد بنالیا جائے، بیانات اور اجتماعات طریقۂ کار اور نظامِ کار کے افہام وتفہیم ہی کی نذر ہوجائیں اور مقصدِ کار یعنی دین سیکھنے اور دین کو اپنانے کی طرف خدانخواستہ توجہ کم ہوجائے تو اس کے نتائج خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''ایک دن بعد نماز فجر جب کہ اس تحریک میں عملی حصہ لینے والوں کا نظام الدین میں بڑا مجمع تھا اور حضرت مولانا کی طبیعت اس قدر کمزور تھی کہ بستر پر لیٹے لیٹے بھی دو چار لفظ بآواز نہیں فرما سکتے تھے تو اہتمام سے ایک خاص خادم کو طلب فرمایا اور اس کے واسطے سے پوری جماعت کو کہلوایا کہ: آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جد وجہد بے کار ہوگی اگر اس کے ساتھ علمِ دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام آپ نے نہیں کیا، گویا علم وذکر دو بازو ہیں جن کے بغیر اس فضا میں پرواز نہیں کی جاسکتی؛ بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جد وجہد مبادا فتنہ اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے، دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو اسلام وایمان محض رسمی اور اسمی ہیں اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر ظلمت ہے اور علیٰ ہذا اگر علمِ دین کے بغیر ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بڑا خطرہ ہے، الغرض علم میں نور ذکر سے آتا ہے اور بغیر علمِ دین کے ذکر کے حقیقی برکات وثمرات حاصل نہیں ہو سکتے؛ بلکہ بسا اوقات ایسے جاہل صوفیوں کو شیطان آلۂ کار بنالیتا ہے؛ لہٰذا علم وذکر کی اہمیت کو اس سلسلہ میں کبھی فراموش نہ کیا جائے اور اس کا ہمیشہ خاص اہتمام رکھا جائے ورنہ آپ کی یہ تبلیغی تحریک بھی آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی اور خدانہ کرے آپ لوگ سخت خسارے میں رہیں گے''۔

حضرت مولانا منظور نعمانیؒ اس ملفوظ پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت (دہلوی) کا مطلب اس ہدایت سے یہ تھا کہ اس راہ میں کام کرنے والے تبلیغ ودعوت کے سلسلے کی محنت ومشقت، سفر وہجرت اور

ایثار وقربانی ہی کو اصل کام نہ سمجھیں جیسا کہ آج کل کی عام ہوا ہے؛ بلکہ دین کے تعلیم وتعلّم اور ذکر اللہ کی عادت ڈالنے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کو اپنا اہم فریضہ سمجھیں، بالفاظِ دیگر ان کو صرف سپاہی اور والنٹیر نہیں بننا ہے؛ بلکہ طالبِ علم دین اور اللہ کا یاد کرنے والا بندہ بھی بننا ہے''۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس دہلویؒ، ص: ۳۵، ۳۶، ملفوظ نمبر: ۳۵)

نیز علم وذکر کے سلسلے میں حضرت دہلویؒ کا یہ قیمتی ملفوظ بھی ملاحظہ فرمائیں:

''علم وذکر میں مشغولیت اس راہ کے اپنے بڑوں سے وابستگی رکھتے ہوئے اور ان کی زیر ہدایت ونگرانی ہو، انبیاء علیہم السلام کا علم وذکر اللہ تعالیٰ کے زیر ہدایت تھا اور صحابۂ کرام حضور ﷺ سے علم وذکر لیتے تھے اور حضور ﷺ ان کی پوری نگرانی فرماتے تھے، اسی طرح ہر زمانے کے لوگوں نے اپنے بڑوں سے علم وذکر لیا اور ان کی نگرانی ورہنمائی میں تکمیل کی، ایسے ہی آج بھی ہم اپنے بڑوں کی نگرانی کے محتاج ہیں؛ ورنہ شیطان کے جال میں پھنس جانے کا بڑا اندیشہ ہے''۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس دہلوی، ص: ۹۳، ملفوظ نمبر: ۱۳۴)

واقعہ یہ ہے کہ آج یہ مبارک جماعت جن حالات کا شکار ہوئی ہے، اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ایک طبقہ نے محض طریقۂ کار کو فرض، واجب اور منصوص ومسنون ثابت کرنے اور اس کے لیے سیرت کے واقعات سے غلط استنباط واجتہاد کو مشغلہ بنالیا، نتیجتاً عوامی طبقہ نے طریقۂ کار اور اس کی ترقی ہی کو مقصد بنالیا، تنظیموں اور جماعتوں کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب بھی وسیلے کو مقصد بنایا گیا تو حدود سے تجاوز اور امت میں انتشار وخلفشار کی فضاء قائم ہوئی، طریقۂ کار ایک بدلنے والی چیز ہے،

اس کو ثابت کرنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ مفید ہے، ہاں خواص کی مجلس میں یا بوقت ضرورت نصوص اور واقعات سیرت سے شواہد پیش کیے جاسکتے ہیں کہ طریقۂ کار غلط نہیں ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جماعت تبلیغ کا مخصوص طریقۂ کار دین کی طلب پیدا کرنے میں نہایت مفید و موثر ہے؛ لیکن عمومی خطاب میں طریقۂ کار کو ثابت کرنے یا اس کے شواہد پیش کرنے کو مشغلہ بنانا اول تو عوام کی سطح سے اوپر کی چیز ہے جس میں وقت کا ضیاع ہے، پھر اگر طریقۂ کار ثابت کرنے میں نصوص شرعیہ کی تحریف، تقابل، تغلیط، تردید، تنقیص، طنز اور منفی اور جارحانہ اسلوب تک بات پہنچ جائے تو اس کے نتائج فتنے ہی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

افسوس کہ تبلیغی جماعت میں انتشار و خلفشار کا ایک اہم سبب یہ بھی بنا کہ عمومی بیانات کا موضوع مقصدِ کار کے بجائے طریقۂ کار بن کر رہ گیا، طریقۂ کار کو فرض ثابت کرنے کے لیے نصوص کی تحریفات شروع کر دی گئیں اور اکابر کے ملفوظات اور ان کے ارشادات کی غلط تشریحات پیش کی جانے لگیں، ایسے بیانات سن کر ہی کارکنان جماعت میں تحزب اور اپنی برتری کا احساس پیدا ہوا اور عادات و اطوار سے اس کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔

تبلیغی جماعت میں لگے ہوئے عوام الناس اور بعض خواص میں بیانات کی بے احتیاطی اگرچہ ایک طویل مدت سے جاری ہے جس پر اکابر اہلِ علم شروع سے توجہ دلاتے آئے ہیں؛ لیکن یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ جس درجہ کے انحرافات اور خود ساختہ نظریات شدت و اصرار کے ساتھ ایک معروف ذمہ دار کی طرف سے سامنے آئے ہیں اور تا ہنوز ان کا سلسلہ جاری ہے، اس کی نظیر جماعت کے پرانے اور موجودہ اکابر کے بیانات میں نہیں ملتی ہے۔

ایسے حالات میں حضرت دیولا دامت برکاتہم نے اپنی افتادِ طبع کے خلاف محض احقاقِ حق کی خاطر بدلے ہوئے رخ سے براءت ظاہر فرمائی اور اپنی دینی ذمہ داری کو پورا فرمایا، حضرت کے ملفوظات کی عام اشاعت کا داعیہ اس لیے بھی پیدا ہوا کہ اس سے ماضی کی بھی تلافی ہوگی اور آئندہ کے لیے بھی دعوت وتبلیغ کا مبارک کام محفوظ ہوگا، حضرت کے محتاط بیانات اور ان کی تنبیہات کی وجہ سے گویا دعوت وتبلیغ کی اس محنت کی اب تجدید ہو رہی ہے، حضرت کے خط (جو بنگلہ والی مسجد سے علیحدگی کے بعد تمام کارکنان جماعت کے لیے لکھا گیا) کا یہ زریں اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''دین وشریعت کی تشریح اور توضیح سے متعلق یہ جماعت جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کی پابند ہے، قرآنِ کریم کی کسی آیت کی تفسیر میں جمہور مفسرین کی، حدیث کی تشریح میں جمہور محدثین کی اور سیرت رسول ﷺ اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم سے استنباط اور استخراج میں جمہور فقہا کی رائے کے تابع ہے، جیسے پرانے تین ادوار میں ہمارے اکابر اس کے پابند تھے اس لیے کہ اس کے بغیر دین میں تحریف کا دروازہ کھل جائے گا، اس کام میں بیانات سے متعلق شروع ہی سے محتاط طریقہ اپنایا گیا ہے، غیر مستند باتوں، اجتہادات اور غلط استدلالات سے حد درجہ بچنے کی کوشش کی گئی ہے؛ اسی لیے چھ صفات کے دائرہ میں رہ کر بیان کرنے کا مکلف بنایا گیا ہے، کسی بھی آیت اور حدیث کی تشریح میں وقت کے مستند علما سے استفادے کا پابند بنایا گیا ہے، تردید، تنقیص، تقابل، عقائد ومسائل اور حالاتِ حاضرہ کے تذکروں سے ہمارے پرانے حضرات بچتے رہے ہیں اور کسی بھی دینی جماعت یا فرد پر تنقید اور

تبصرہ سے بچنا اس کام کا اہم اصول ہے، لیکن موجودہ وقت میں بہت سے کام کرنے والے اہم ذمہ داران بیانات میں پرانے دائرے سے نکل رہے ہیں، خصوصا سیرت صحابہ سے غلط استدلال، دینی جماعتوں کی تنقیص کثرت سے سننے میں آرہی ہے، ان باتوں سے بندہ پہلے ہی دن سے راضی نہیں ہے اور متعدد بار اس سلسلے میں توجہ بھی دلاتا رہا اور اپنے بیانات میں بھی مثبت انداز میں متنبہ کرنے کی کوشش کرتا رہا''۔اھ

اِس تحریر سے واضح ہے کہ حضرت دیولا دامت برکاتہم کو بدلی ہوئی صورتِ حال کا کس درجہ احساس تھا اور آپ ایک لمبی مدت سے اس کے تدارک کے لیے کوشش فرمارہے تھے، یہ حضرت کا کمال اخلاص اور مومنانہ فراست تھی کہ مخالف ماحول میں ساری دنیا کے سامنے اپنا دوٹوک موقف واضح کیا، پھر موقف ظاہر کر کے تنہائی اختیار نہیں فرمائی؛ بلکہ پیرانہ سالی کے باوجود سارے براعظم کا دورہ فرمایا اور سعودی عرب، قطر، انگلینڈ، امریکہ، ساؤتھ افریقہ، زامبیا، کینیا، ری یونین، پرتگال، اردن، پاکستان، بنگلہ دیش، ملیشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، ترکی، ملاوی، دبئ، تنزانیا، موریشش، کنیڈا وغیرہ پچاسوں ممالک کا سفر فرمایا اور اندرون ملک بھی سارے صوبوں بلکہ اضلاع تک کا دورہ فرما کر دعوت وتبلیغ کی محنت کا صحیح رخ واضح کرنے اور گزشتہ سالوں میں دعوت وتبلیغ کی محنت کو جو نقصان پہنچا تھا اس کے تدارک کے لیے بھرپور جدوجہد فرمائی اور اپنی آہِ سحرگاہی سے امت کو ایک بڑے فتنے سے بچالیا۔

اس موقع پر بندہ حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب دیولا دامت برکاتہم (بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر) کا شکرگزار ہے کہ حضرت والا نے قیمتی تقریظ عنایت فرمائی؛ نیز حضرت مولانا مفتی ارشد صاحب دیولا اور حضرت مولانا مفتی اسجد

صاحب دیولا دامت برکاتہم کا بھی ممنون ہے کہ ان کی توجہ، عنایت اور نگرانی میں ملفوظات کا یہ زریں سلسلہ شروع ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبولیت عطا فرمائے۔

مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دیوبند کے مہتمم اور روح رواں جناب ڈاکٹر سید تجمل حسین میاں صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے دعائیہ کلمات میں اپنے والد گرامی جناب ڈاکٹر سید جمیل حسین میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت وتبلیغ کی محنت سے وابستگی اور جماعت کے نازک دَور میں آپ کی خدمات ذکر فرماتے ہوئے ادارے کی طرف سے رسالہ کی اشاعت منظور فرمائی۔

احقر معذرت چاہتا ہے کہ مقدمہ امید سے زیادہ طویل ہو گیا، اب حضرت کے ملفوظات کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے، پہلی قسط حاضر ہے، اللہ تعالیٰ اس مبارک سلسلہ کو قائم رکھے اور دعوت وتبلیغ کی مبارک محنت کی حفاظت فرمائے، حضرت والا کا سایہ دراز فرمائے اور ان کی مخلصانہ کوششوں کو بارآور فرمائے، آمین۔

محمد عثمان حسن باہ بنکوی

خادمِ تدریس مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دیوبند

۱۸ رشوال ۱۴۴۵ھ

ملفوظات

حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم

محنتیں مقاصد کے لیے ہوتی ہیں

فرمایا: حدیثِ پاک میں ہے کہ: ''إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يرٰى أثر نعمته عَلٰى عَبْدِهٖ'' کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھیں، نعمت دنیاوی مادی ہو یا دینی معنوی ہو دونوں صورتوں میں جو نعمت اللہ نے دی ہے اس کا اثر اس کے اوپر ہو، یہ اللہ کو پسند ہے مثلاً کھانا دیا ہے اللہ نے تو کھائے، پہننا دیا ہے تو پہنے، جو نعمت اس کو ملی ہے اس کا اثر اس کے اوپر ہو یہ پسند ہے تو ہم کو دین کی نعمت ملی ہے، یہ بڑی نعمت ہے ﴿وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ کہ میں نے اپنی نعمت کو پوری پوری تمہیں دیا ہے، تمام نعمت کی نعمت پوری دے دی، تو اُس نعمت کا اثر بھی ہم پر ہو جیسے کھانے پینے کا اثر پہننے اوڑھنے کا اثر کہ اس نعمت کا بھی ہم پر اثر ہو، یہ اللہ کو پسند ہے کہ ہماری زندگیوں پر دین کا اثر ہو، یہی مطلب ہے ہر محنت کا ہر دعوت کا کہ ہمارے اوپر اس کا اثر ہو، کوئی بھی محنت بغیر مقصد کے ہوتی نہیں ہے کہ خالی محنت ہی محنت ہو، محنت ہی محنت تو جانور کرتا ہے اس کو کچھ خبر نہیں مجھے کہاں لے جا رہے ہیں، وہ محنت کرے گا،

ہمارا ایسا کام نہیں ہے، ہمارے سامنے محنت بھی ہے، مقصد بھی ہے؛ کیوں کہ محنتیں دنیا میں مقاصد کے لیے ہوتی ہیں۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

دعوت وتبلیغ کے طریقۂ کار کی شرعی حیثیت

فرمایا: طریقۂ کار کی ترقی اصل نہیں ہے، عبادت کی ترقی اصل ہے، یہ بات یاد رکھو، طریقۂ کار کی ترقی اصل نہیں ہے، طریقۂ کار بڑھ گیا یہ ترقی نہیں ہے؛ بلکہ لوگوں میں عبادت کا رجحان بڑھ گیا، اپنے دین پر جان مال لگانے کا رجحان بڑھے اس کو عبادت کہتے ہیں کہ یہ بڑھ جاوے فرائض میں بھی نوافل میں بھی، جو فوت ہو چکا ہے اس کی ادائیگی میں بھی یہ رجحان بڑھے، یہ اصل دین ہے، سمجھ میں آئی بات، یہ اصل دین ہے؛ ورنہ طریقۂ کار کو سب کچھ سمجھ لینا بڑی بھول ہے، طریقۂ کار ایک بدلنے والی چیز ہے، طریقۂ کار تو زمانے کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں، حضرت مولانا الیاس صاحب سے پہلے تین دن لگانا چالیس دن لگانا نہیں تھا کوئی جانتا نہیں تھا، یہ اب آیا، جی ہاں! کیوں کہ یہ طریقۂ کار ہے تو طریقۂ کار بدلتے رہتے ہیں حالات کی وجہ سے؛ لیکن جو اصل دین ہے وہ نہیں بدلتا؛ اس لیے اصل دین کیا ہے کہ ایمان میں کمال پیدا کرنا، فرائض کو اہتمام سے ادا کرنا اور حرام سے اپنے آپ کو بچانا اور کسی کا حق ہے تو ادا کرنا یہ اصل دین ہے، پانچوں اعمال کے فضائل لکھوائے، کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکاۃ؛ کیوں کہ یہ اسلام ہے، اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، یہ اسلام ہے کہ امت میں فرائض زندہ ہوجائیں، ہمارے اندر فرائض زندہ ہوجائیں، جی فرائض اور واجبات اس کا حساب ہوگا جی ہاں! یہ ہمارے اندر زندہ ہوجائے گا اور صحیح زندہ

ہوجاوے، سمجھ میں آئی بات تو محنت مقصد کے لیے ہوتی ہے، محنت محنت کے لیے نہیں ہوتی، محنت مقصد کے لیے ہوتی ہے اذان اذان کے لیے ہوتی ہے؟ اذان کس کے لیے ہوتی ہے بولو! اذان نماز کے لیے ہوتی ہے، اذان اذان کے لیے نہیں ہوتی، دعوت دعوت کے لیے نہیں ہوتی، دعوت عبادت کے لیے ہوتی ہے دعوت عبادت کے لیے ہوتی ہے اور عبادت وہ قابلِ قبول ہوگی جو سنت کے مطابق ہوگی، یہ علم وذکر کا مطلب ہے لوگوں نے علم وذکر کو سائیڈ پر کیا ہے، بس نکلو نکلو، تو نکلو نکلو تو صحیح ہے؛ لیکن نکلنا علم وذکر کے ساتھ ہے، یا جہالت کے ساتھ؟ کیوں کہ علم نہیں تو جہالت اور ذکر نہیں تو غفلت، تو نکلنا غفلت جہالت کے ساتھ ہے یا علم وذکر کے ساتھ ہے۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

دعوت وتبلیغ کے مقاصد

فرمایا: ہمارا کام خالی تحریک نہیں ہے دنیا میں تحریکیں چلتی ہیں اور ان کے ورکر دوڑتے ہیں بھاگتے ہیں ان کے پروگرام اور دورے ہوتے ہیں ہر ایک کے ہوتے ہیں ہمارا ایسا نہیں ہے ہم تو سنت شریعت کے پابند ہیں اور اس کی پابندی کی استعداد پیدا کرنے کے لیے یہ محنت کر رہے ہیں تاکہ ہم کو سنت شریعت پر چلنا آجاوے، محنت مقصد کے لیے ہوتی ہے اذان نماز کے لیے ہوتی ہے، اذان اذان کے لیے نہیں ہوتی تو دعوت دعوت کے لیے نہیں ہوتی دعوت عبادت کے لیے ہوتی ہے، جتنی دعوت ہے وہ دین زندگیوں میں لانے کے لیے ہے، اس کا اثر ظاہر ہوگا انفرادی زندگی سے، انفرادی زندگی سے دین پتہ چلے گا کہ میرے جماعت میں لگنے سے میرے اندر کیا کیا سنتیں آئیں، کیا میری زندگی میں کیا کیا حکم پورے ہوئے، میری

زندگی کا کتنا بگاڑ دُور ہوگیا جیسے کمپنی کے ساتھ کاروبار کرنے سے کمپنی کا ہر ممبر مالدار ہوجاتا ہے ایسے جماعت کے ساتھ کام کرنے سے ہمارا ہر آدمی دیندار بن جاتا ہے جماعت کے ساتھ کام کرنے کا مطلب ہے کہ ہمارا ہر آدمی دین دار بن جائے جیسے کمپنی بنا کر کام کرنا یعنی ہر آدمی مالدار بن جائے، اجتماعیت کا فائدہ انفرادیت پر آتا ہے؛ اس لیے اجتماعیت کے ساتھ کام کرتے رہیں، تاکہ ہر فرد بن جائے اس لیے اپنی ذاتی زندگی پر نظر کرنی چاہیے کہ میری ذاتی زندگی میں کتنا دین آیا سمجھ میں آئی بات، ﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ ہر آدمی سوچا کرے کہ میں نے آنے والی آخرت کے لیے کیا کیا، اللہ نے ہر ایک کو دعوت دی ہے کہ ہر آدمی یہ سوچا کرے کہ میں نے کیا کیا ہے اپنی آخرت کے لیے یعنی اپنی انفرادی زندگی میں دین داری لاؤ، اجتماعیت اس لیے ہوتی ہے کہ انفرادیت کے ساتھ ہماری زندگیوں میں دین آوے، ایمان میں کمال آوے، خدا کا خوف آوے، فرائض کا اہتمام ہو، حرام سے بچنا ہو حقوق کی ادائیگی ہو اور یہ سارا اللہ اور آخرت کے لیے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی نصیب کرے، آپ کو بھی نصیب کرے۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

فرمایا: اس محنت کے ذریعے سے سب سے پہلے اپنی آخرت بنانی ہے اور کوئی نیت نہیں اور کوئی غرض نہیں کہ اس محنت کے ذریعے سے آخرت بنانی ہے؛ کیوں کہ ہم کو اللہ نے دنیا سے آخرت بنانے کی دعوت دی ہے کہ اپنی دنیا سے آخرت بناؤ، دنیا کا مطلب خالی مال نہیں ہے؛ بلکہ دنیا کی ہر نعمت اس کے بارے میں یہ تقاضا رکھا گیا ہے کہ اپنی دنیا سے آخرت بناؤ ﴿وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ﴾ کہ تجھ کو اللہ نے جو جو نعمت دنیا کی دی ہے تو اس سے اپنے آخرت بنالے، جیسے کھیتی والا اپنی

زمین سے فصل لیتا ہے، دوکان والا اپنے کاروبار سے نفع لیتا ہے، ایسے ہی تم بھی کرو کہ تم اپنی دنیا سے آخرت بناؤ، یہ پیغام ہے یہ پیغام ہے ﴿وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ﴾ کہ دنیا دی گئی ہے اس سے اپنی آخرت بناؤ یہ اصل بات ہے۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

فرمایا: حضور ﷺ زکاۃ دینے کی دعوت دیتے تھے، اس لیے خالی دعوت پانچ کاموں کی مت سمجھو! پانچ کام تو الف، ب، ت، ث ہیں، پرائمری تو آگے ہے، ابتداء تو لوگوں میں رغبت پیدا کرنے کے لیے، آخرت کی فکر پیدا کرنے کے لیے ہے، آگے پورا دین ہے، دین اعمال کے مجموعہ کا نام ہے، اس میں عبادت بھی ہے، اس میں مالیات بھی ہیں، سب چیزیں ہیں، وہ زندگی میں لانا ہے، یہ خالی پھرنا نہیں ہے، پھرنا بھی اس لیے ہے کہ بات سمجھ میں آوے، بات کا یقین آوے، خوف آوے؛ تاکہ صحیح کام کریں؛ اس لیے اس کو آخری نہیں سمجھنا، کہ یہ فائنل ہے، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمارے قافلوں کی نقل وحرکت یہ تو ہمارے کام کی الف، ب، ت، ہے، اور بہت سے فرائض باقی ہیں، اگر وہ پورے نہیں تو اس کا حساب دینا پڑے گا، چاہے جماعت والا ہو، چاہے بے جماعت والا ہو، اللہ کی رشتہ داری کسی سے نہیں ہے، تو مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میری تمنا یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنی زکاۃ پوری پوری ادا کرے، علماء سے پوچھ پوچھ کر ادا کرے، کتنے مال میں زکاۃ ہے؟ کب ہے؟ کس کو دینا ہے؟ مگر اب زکاۃ کا شوق نہیں ہے، زکاۃ کا جذبہ نہیں ہے، حج بھی بہت کریں گے، عمرے بھی کریں گے؛ حالاں کہ حج پوری عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے اور زکاۃ ہر سال فرض ہے؛ مگر ہر سال حج کریں گے اور زکاۃ ادا نہیں کریں گے، اس جذبہ کا نام دین نہیں ہے، حج کا جذبہ عمرہ کا جذبہ، کہ بہت مبارک؛ مگر

جو فرائض رہ جاتے ہیں ان کا کیا ہوگا؟ وہ تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور مسکینوں کا حق ہے، وہ حق مارا گیا۔ (بیانات حضرت مولانا ابراہیم صاحب: ۲/ ۱۶۳، حبیب بکڈپو)

فرمایا: صحابہ رضی اللہ عنہم شریعت سے اچھی طرح واقف تھے، مسائل کو بھی جانتے تھے، فضائل کو بھی جانتے تھے، ہماری طرح سے نہیں تھے، فضائل تو یاد ہیں، مسئلہ یاد نہیں ہے، تو عمل غلط ہوگا، فضیلت نہیں ملے گی، فضیلت اس وقت ملے گی جب عمل کو صحیح کریں گے اور عمل صحیح کرنے کے لیے مسائل کا جاننا ضروری ہے، پھر مسائل اور فضائل دونوں جمع ہو جائیں گے، مسائل صحیح ہوں گے پوری فضیلت ملے گی، مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی تاکید کرتے تھے کہ اپنے پاس فضائل اور مسائل جمع کرو۔ (بیانات حضرت مولانا ابراہیم صاحب: ۲/ ۱۶۶، حبیب بکڈپو)

فرمایا: اپنے آپ کو دیندار بنانا ہے، یہ محنت اسی لیے ہے کہ اپنے اندر دین پر قائم رہنے کی طاقت پیدا ہو جاوے، اس لیے یہ محنت زیادہ بھاری لگتی ہے، علاج کی طرح، جیسے علاج بھاری لگتا ہے؛ لیکن علاج اگر پورا کر لے تو تندرست ہو جاتا ہے، پھر وہ اپنے سب کام کرے گا؛ کیوں کہ تندرستی ہوگئی، حالت ٹھیک ہوگئی، وہ جماعت میں نکلا، اندر سے طاقت پیدا ہوگئی، اس محنت سے اندر سے طاقت پیدا ہوتی ہے، اگر محنت پوری نہیں ہوئی، تو اس کو حکم بھاری لگتے ہیں، وہ جان چراتا ہے، اور چھوڑ دیتا ہے اور اگر محنت پر آجائے تو گزری ہوئی زندگی کا بھی حساب سامنے آتا ہے کہ میں نے تو کچھ کیا ہی نہیں! ایک آدمی ساؤتھ انڈیا سے آیا تھا، پتہ نہیں کتنا وقت جماعت میں لگایا اور گھر جانے کے بعد اٹھارہ برس کی زکاۃ ادا کی، اس نے کہا میں نے ایک سال کی بھی زکاۃ نہیں دی ہے اور اسے پتہ نہیں تھا کہ اس کا کیا حق ہے؛ لیکن جب محنت ہوئی تو پانی پڑا، ان کے لیے یہ محنت پانی ہے، تو دلوں پر پانی پڑا، توبہ کا جذبہ پیدا ہوا،

تو یاد کرتا ہے میں نے یہ بگاڑا، میرے اندر یہ بگاڑ ہے، مجھے یہ سب ٹھیک کرنا ہے، وہ اللہ کے راستہ میں پھرے، باتیں سنیں، صدقات کے فضائل سنے، مولانا زکریا صاحبؒ کی کتاب پڑھی اور سنی کہ مال کی زکاۃ کہاں لگانا؟ اور کہاں نہیں لگانا؟ اور مال لگاؤ گے تو کیا برکت ہوگی؟ اور نہیں لگاؤ گے تو کیا نحوست ہوگی؟ تو جو ایک سال کی زکاۃ نہیں دیتا تھا، وہ اٹھارہ سال کی زکاۃ دے گا؟ ایک سال کی بھی زکاۃ دینے کی طاقت نہیں تھی! اتنی غفلت تھی! اتنی جہالت تھی! فضائل سنے اور حساب نکالا کہ اتنے سال سے مالدار ہوں، زکاۃ بھول جانے سے معاف نہیں ہوگی۔ (۱۲/ ۴/ ۲۰۱۳ء، بھروچ)

دین سیکھنے اور گھر والوں کو دین سکھانے کی اہمیت

فرمایا: ہر آدمی سے اس کی قبر میں اس کا دین پوچھا جائے گا، اسی لیے اپنا دین بنا کر کے لے جانا، دین بنانے کے لیے اور دین قائم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا ہے، یہ ہمارا اصلی کام ہے، جب یہ اصلی کام ہوا تو باقی کاموں میں رحمتیں اور برکتیں آئیں گی، اس لیے ایک ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی ذات، اپنے آپ کو دیندار بنانا، اللہ نے فرمایا: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾ اے ایمان والو! اپنے آپ کو دیندار بناؤ! اپنے گھر والوں کو دیندار بناؤ! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ! اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ! دوزخ دیکھی نہیں ہے، دوزخ کہاں ہے، تو پھر کیسے بچائیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو دین سکھاؤ! اپنے آپ کو پابند کرو، اپنے اہل وعیال کو دین کا پابند کرو، تاکہ وہ بھی دین دار بنیں، اگر اپنے آپ کو دیندار نہیں بنایا تو انسان اپنی دنیا برباد کرے گا۔ (۱۲/ ۴/ ۲۰۱۳ء، بھروچ)

ہم دین کے سارے شعبوں کے مددگار ہیں

فرمایا: اللہ نے صلاحیتیں مختلف رکھی ہیں بندوں میں اور ہر ایک اپنی صلاحیت سے کام کرے گا، جیسے بدن کے اعضاء مختلف ہیں، آنکھیں اپنی طاقت سے کام کرتی ہیں، کان اپنی طاقت سے کام کرتا ہے، ہاتھ پاؤں اپنی طاقت سے کام کرتے ہیں، الگ الگ ہیں؛ لیکن بدن کا ہر حصہ دوسرے حصے کا مددگار ہے، آنکھیں دیکھیں گی تو سب کے لیے دیکھیں گی، پورے بدن کے لیے دیکھیں گی، پاؤں چلیں گے، تو پورے بدن کے لیے، پیاس لگی ہے تو پورے بدن کے لیے، وہ پاؤں سے چل کر جائے گا پانی پینے کے لیے، بدن کا ہر حصہ پورے بدن کا مددگار ہے، یہ طریقہ ہم کو سکھایا ہے کہ بدن کا ہر حصہ پورے بدن کا مددگار ہے، ایسے ہی دین کے کاموں کے ہم سب مددگار ہیں، کوئی بھی کرے کہیں بھی کرے، ہم اس کے مددگار ہیں کوئی بھی کرے کہیں بھی کرے ہم اس کے مددگار ہیں اور دین کا جو بھی کام ہوگا اگر وہ دین کا کام ہے تو ہم اس کی مددگار ہیں، یہ نہیں کہ ہمارا کام تو تبلیغ کا ہے، چھ نمبروں کا ہے باقی ہم نہیں جانتے، ایسا نہیں ہے، ہم دین کا کام کریں گے دین کو پانی دیں گے اور جہاں جہاں جو دین کا کام ہو رہا ہو ہم اس کے مددگار ہیں، یہ نیت بنانی ہے۔ (بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

دین کی محنت کے سارے کام نصرت کے ہیں

فرمایا: نصرت کی بڑی اہمیت ہے، نصرت والی بات ہمارے ذہنوں سے ہی نکل گئی، عبادت اور خدمت تو ہے لیکن نصرت نہیں، دین کی محنت کے جتنے کام ہیں، سب نصرت کے دائرہ میں ہیں چاہے مدرسہ ہو، تبلیغ ہو، دوسرے دینی کام ہوں۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

فرمایا: یہ ایک اعتدال والا راستہ ہے، اجتماعیت والا راستہ ہے، اس سے جتنی دینی محنتیں ہورہی ہیں اس کا آپس میں تعاون ہوگا، ہم ان کی قدر کریں گے، وہ ہماری قدر کریں گے، یعنی وہ ہمارا ساتھ دیں گے، موقع پڑے گا تو ہم ان کی رکاوٹوں کو دُور کریں گے، وہ ہماری رکاوٹوں کو دُور کریں گے، یہ طریقہ ہے اجتماعیت کا۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

فرمایا: دین کے کام میں تعصب اور عصبیت نہیں ہے کہ یہی ایک کام ہے اور باقی سب بے کار ہے، یہ غلط ہے، حدیث میں ہے کہ ''أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ'' ہر آدمی کو اس کے درجے پر رکھو، اللہ نے لوگوں کو بے کار پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ نکمے ہیں، کام کے نہیں ہیں، ہر ایک کسی نہ کسی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے؛ لیکن تم نہیں جانتے کہ یہ کیا کام کرے گا۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

فرمایا: اپنی دنیا الگ نہیں بنانی ہے کہ ہم تبلیغ والے اور یہ مدرسہ والے، یہ غلط بات ہے، دنیا میں جتنے کام ہورہے ہیں، وہ سب دین کے لیے، رفاہی خدمت ہے، وہ بھی دین کے لیے، ہمارا ذہن وسیع ہو، اللہ کے یہاں سب کا درجہ ہے، سب دین کے لیے کرنا ہے، اپنے بارے میں داعی بنو، مدعی مت بنو، ہمارا یہ کام ہے، ہمارا یہ کام ہے، ہمارا یہ کام ہے، یہ مدعی ہے، اس کے دل میں دوسروں کی جگہ نہیں ہے، ''أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ'' حدیث شریف میں ہے: ہر آدمی کو اس کے درجے پر رکھو! یہ انصاف کی بات ہے؛ کیوں کہ وہ بھی ایک کام اللہ کے لیے کررہے ہیں، ہم بھی اللہ کے لیے کررہے ہیں، یہ سب حق ہیں، حق میں تعاون ہے، حق میں تناؤ نہیں ہوتا، تو معاون بنو، ادھر معاونت ہوگی تو اُدھر سے معاونت ہوگی، وہ آپ کی معاونت

کریں گے، ہم اُن کی معاونت کریں گے، یہ نہیں کہ ہم ان کو اپنا مخالف قرار دیں گے، نہیں، مخالفت کی کوئی وجہ نہیں ہے، رفیق بن کر کام کرو، فریق بن کر کام مت کرو۔

(بیانات حضرت مولانا ابراہیم دیولا: ۲/ ۱۸۰، ۱۸۱، حبیب بکڈپو)

خالی پھرنا مقصود نہیں ہے

فرمایا: ہم دعوت دینے والوں کو سنتوں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، سنتوں کو سیکھنا چاہیے خالی پھرنا نہیں ہے ہمارا مقصد؛ بلکہ پھرنا علم وذکر کے ساتھ ہے پھرنا یہ حکم کے ساتھ سنت کے ساتھ، استقامت کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ۔

(بتاریخ ۲۸/ فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

غرور اور غلو سے بچو

فرمایا: مدینہ منورہ میں ہمارے ایک ساتھی تھے، وہ ہم لوگوں سے فرمارہے تھے کہ دیکھو تمھارا کام بہت اونچا ہے؛ مگر دو غین سے بچنا، وہ دو غین کون سے ہیں؟ ایک غرور کا غین دوسرا غلو کا غین، اگر غرور آیا تو بات رد ہوجائے گی؛ کیوں کہ غرور ایک خیالی چیز ہے، میں کرتا ہوں، میں ایسا ہوں، یہ تو ایک خیالی بات ہے، کام تو سارے اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے ہوتے ہیں اور غلو کہتے ہیں مذہب میں آگے بڑھ جانے کو، مذہب کے حدود سے آگے نکل جانے کو، غلو مذہب میں ہی ہوتا ہے جیسے اسراف اور تبذیر دنیا میں ہوتا ہے، فضول خرچی ہوتی ہے؛ اس لیے دین کے کاموں میں غلو سے بچو اور اعتدال رکھو، میانہ پن رہنے دو، اس کی جو حدود بتائی ہیں وہیں تک رکھو، ان حدود سے آگے نہ جاؤ، جیسے پہلے زمانے میں پہلی قوموں نے کیا تھا، کسی کو آگے بڑھادیا جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنادیا اور محمد ﷺ کا انکار کردیا، یہ ہے غلو، یہ حد پر قائم نہیں رہے کہ وہ بھی

نبی تھے اور یہ بھی نبی ہیں، ان کی تابعداری اُن کے زمانہ میں، اور اِن کی تابعداری اِن کے زمانہ میں (تا قیامت) یہ سیدھا راستہ ہے۔ (بیان: ۱۴/ ۳/ ۲۰۰۹ء، انگلیشور)

داعی اور مدعی کا فرق

داعی اور مدعی میں فرق ہوتا ہے، ایک مدعی ہے کہ ہم نے کیا، تو اس کی مدد نہیں ہوگی؛ کیوں کہ یہ مدعی ہے کہ ہم نے کیا، آپ نے کیسے کیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (سورۂ انفال، آیت: ۱۷) کہ اے نبی! دشمنوں پر جو کنکری آپ نے پھینکی ہے وہ آپ نے نہیں پھینکی، وہ تو اللہ نے پھینکی ہے، اس میں تو اللہ کی طاقت تھی، تو جتنا کام ہوا ہے، وہ اللہ کی طاقت سے ہوا ہے، تمھاری طاقت سے نہیں ہوا، اس لیے ہم اپنے عمل کو غرور سے بچاویں، اور شکر کریں کہ اے اللہ! تیری توفیق سے ہوا، اگر اللہ توفیق نہ دیتا تو کچھ نہیں ہوسکتا، شیخ سعدیؒ نے قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ کیا ہے کہ:

جہاں آفریں گر نہ یاری کند
کجا بندہ پرہیز گاری کند

اس لیے شکر گزار بنیں تاکہ نعمتیں اور آویں، جس کام کا شکر ہوا، اس میں اضافہ ہوگا اور جس نعمت کا شکر ہوا اس میں اضافہ ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو اور دیں گے اور جس کام میں غرور آیا اس کو رد کر دیں گے۔ (بیان: ۱۴/ ۳/ ۲۰۰۹ء، انگلیشور)

اعمال میں درجہ قائم کرنا اللہ و رسول کا حق ہے

فرمایا: اعمال میں درجہ قائم کرنا یہ اللہ رسول کا حق ہے، حد سے آگے نہیں نکلنا ہے، کوتاہی بھی نہیں کرنی ہے، درمیانی چال چلنا ہے، حق والے کا حق پہچاننا ہے،

درجے والے کا درجہ پہچاننا ہے، تو ہماری دعوت کے حالات اچھے بنیں گے۔

(بیانات حضرت مولانا ابراہیم صاحب: ۲/ ۱۸۴، حبیب بکڈپو)

بیانات میں احتیاط ضروری ہے

فرمایا: تقریر میں احتیاط ہونا چاہیے، ''إِنَّ البَلاءَ مُوَكَّلٌ بِالْمَنْطِقِ'' عربی کی مثل مشہور ہے کہ کتنی بلاء ہے وہ آدمی کے بول سے لگی ہوئی ہے، بولنے میں بھی احتیاط کرنا چاہیے، مولانا سعید خان صاحب مرحوم بڑی تاکید کرتے تھے، میرے نام ان کے خطوط آئے ہوئے ہیں، انھوں نے کہا کہ اپنے بیانوں میں احتیاط کرو؛ کیوں کہ بیانوں سے بڑی غلط فہمیاں پھیلتی ہیں، بڑا ہیجان پیدا ہوتا ہے، اعتراضات کھڑے ہوجاتے ہیں، ہمارا تو ترغیب کا کام ہے، مسلمانوں کو ترغیب دینا ہے، تاکہ وہ آخرت بنانے کے لیے نکلیں، اپنا دین، اپنی آخرت بناویں، اپنے دین کے مددگار بنیں۔

(بیانات حضرت مولانا ابراہیم صاحب: ۲/ ۱۸۴، حبیب بکڈپو)

علماء کا وجود معجزہ ہے

فرمایا: اللہ تعالیٰ اس ملت میں ایسے علماء پیدا کریں گے، جو مٹی ہوئی سنتوں کو، مٹی ہوئی تحریکوں کو زندہ کریں گے، قرآن کا صحیح مطلوب اور صحیح مدلول بتائیں گے، یہ حدیثوں میں ہے کہ علماء باطل کی غلط تاویلات کو صاف کریں گے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ایسے علماء پیدا کریں گے؛ کیوں کہ اللہ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں، اس امت پر اللہ کا خصوصی فضل ہے، اس وجہ سے ایسے علماء پیدا کریں گے، بعض حدیثوں میں صراحت ہے کہ ہر سو سال کے بعد اللہ ایسے شخص کو پیدا کریں گے کہ جو مذہب کی تجدید کرے، مجدد ہو، ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے، اس کے نگہبان پیدا

کریں گے، اللہ جس طرح قرآن کی نگہبانی کرتے ہیں، قرآن کا مطلب سمجھنے والے، سمجھانے والے، امت کی رہبری کرنے والے، حدود قیود کی رعایت کرنے والے علماء پیدا کرتے ہیں جو اپنے نبی کی سنتوں کو صحیح طور پر پیش کریں گے، جو اس پر غبار آیا ہے اس کو ہٹائیں گے، جیسے قرآنِ پاک معجزہ ہے، ایسے ہی علماء کا وجود اس امت میں حضور ﷺ کا معجزہ ہے، ایسے ایسے لوگ پیدا کریں گے کہ عقل حیران ہیں، یہ کیسے ہوگیا؟ آپ کتابیں پڑھتے ہیں، ان میں دیکھیں گے کہ کیسے کیسے لوگ پیدا کیے، عرب میں بھی اور عجم میں بھی۔ (بیان مجلس علماء، نلور اجتماع، ۱۶/ ۲/ ۲۰۱۴ء)

علم کی غایت

فرمایا: علم بڑی نعمت ہے؛ کیوں کہ اس کی بڑی غایت ہے، اس کی کیا غایت ہے؟ کہ وہ اللہ کے حقوق کی معرفت کے لیے دیا گیا ہے اور کسی کام کے لیے نہیں دیا گیا ہے، دنیا سازی کے لیے فنون ہیں، وہ علوم نہیں ہیں، تجربات کے نتیجہ سے بنائے ہیں، اس میں تغیر وتبدل بھی ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ وہ دماغوں کی اور تجربوں کی پرورش ہے؛ لیکن یہ اللہ کا علم ہے جو اللہ نے اتارا ہے، یہ غیر منسوخ ہے، اس میں غلطی کا کوئی احتمال نہیں ہے، یہ حق ہے ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ﴾ (توبہ: آیت: ۳۳) یہ حق کے ساتھ آیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، غیر منسوخ ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، بس یہ پورا پورا علم حضور ﷺ کو دیا گیا، کمیت کے اعتبار سے بھی، کیفیت کے اعتبار سے بھی، ایمانیات کا پورا علم دیا گیا، عبادات کا پورا علم دیا گیا، معاشرت کا پورا علم دیا گیا، معاملات کا پورا علم دیا گیا، اخلاقیات کا پورا علم دیا گیا، یہاں تک کہ دین کو پورا کرکے بتادیا۔ (بیان مجلس علماء، نلور اجتماع، ۱۶/ ۲/ ۲۰۱۴ء)

علم دین امانت ہے

فرمایا: دین کے جو کام فرض ہیں ان کا علم فرض ہے، جو واجب ہیں ان کا علم واجب ہے، اس کے بغیر صحیح بات سامنے نہیں آئے گی، لوگ اپنے اپنے خیالات سے رجوع کریں گے، صحیح علم حاصل کرلو، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے فرماتے تھے ''تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوا'' (شعب الایمان، باب طلب العلم، حدیث نمبر: ۱۵۴۹) لوگ تمھیں اپنا بڑا بناویں، اپنا رہبر وذمہ دار بناویں، اس سے پہلے دین کا علم حاصل کرلو؛ کیوں کہ یہ امانت ہے۔ (بیان مجلس علماء، نلور اجتماع، ۱۶/ ۲/ ۲۰۱۴ء)

حضرت امام محمدؒ کا ڈر

فرمایا: حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اماموں میں ہیں، وہ ڈرتے ہی رہتے تھے، لوگ کہتے تھے کہ آپ اتنا ڈرتے ہیں؟ آپ نے تو علم کی اتنی خدمت کی ہے، اتنا استنباط کیا ہے، اتنی بڑی بڑی آپ کی کتابیں ہیں اور ایک بڑی امت آپ کے مسائل پر چل رہی ہے، کتنا بڑا اجر ہے؟ فرماتے: ان لوگوں نے میری گردن پر پُل بنا دیا ہے، اب وہ لوگ میرے استنباط پر عمل کریں گے، پتہ نہیں صحیح نکلے نہ نکلے؟ مجھ سے پوچھ ہوگی؛ کیوں کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام سے بھی اللہ پوچھیں گے، کہ آپ نے کیا کیا تھا؟ ﴿فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (اَعراف:۶) جن کے پاس بھیجا ہے ان سے بھی پوچھیں گے کہ کیا پہنچا؟ اور جن کو بھیجا تھا ان سے بھی پوچھیں گے کہ آپ نے کیا پہنچایا؟ کیا دیا؟

فرمایا: جس طرح انبیاء سے سوال ہوگا، اسی طرح علماء سے بھی سوال ہوگا،

حضرت شیخ سہارنپوریؒ نے مؤطا کی شرح لکھی ہے: اوجز المسالک، اس کے متعلق علماء جانتے ہیں، اس کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ جس طرح انبیاء سے سوال ہوگا، امت کے علماء سے بھی سوال ہوگا، آپ کیا کر کے آئے؟ کیوں کہ آپ کو علم دیا تھا، اس لیے ہمیشہ امت کے علماء ڈرتے ہی رہے، ڈر ڈر کر اللہ کا کام کیا۔

(بیان مجلس علماء، نلور اجتماع، ۱۶/ ۲/ ۲۰۱۴ء)

دین ادب کا نام ہے

فرمایا: دین سارے کا سارا ادب کا نام ہے، الدِّینُ کُلُّهُ أَدَبٌ دین ادب کرنے کا نام ہے، ایک مرتبہ میں جماعت لے کر دارالعلوم دیو بند گیا، عرب حضرات کی جماعت میرے ساتھ تھی، حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت حیات تھے مفتی صاحب ہمارے حلقے میں آئے، عربوں سے ملاقاتیں کیں، پھر بات شروع کی، پہلی بات یہی کی جو میں کہہ رہا ہوں کہ دین سارے کا سارا ادب کرنے کا نام ہے، ہمارے دین میں بے ادبی کی کوئی جگہ ہی نہیں ہے، وضو اور استنجاء کے بھی آداب ہیں، اللہ کا ادب، اس کے رسول ﷺ اللہ کا ادب، اس کی کتاب کا ادب، مجلس کا ادب اور مسجد کا ادب وغیرہ۔ (بیانات حضرت مولانا ابراہیم صاحب: ۲/ ۷/ ۱۴، حبیب بکڈپو)

دین کی حقیقت

فرمایا: نبیوں کا کام ہوتا ہے کہ انعام سمجھائیں، ذمہ داری سمجھائیں، یہی صحیح طریقہ ہے تاکہ ذمہ داری بوجھ نہ بنے کہ اللہ نے یہ انعام دیا ہے تو پھر یہ کرو، یہ طریقہ ہوتا ہے انبیاء کرام کا کہ وہ انعام اکرام بھی اللہ کا سمجھاتے ہیں اور اللہ کا انعام اکرام سمجھا کر زندگی کی ذمہ داریاں سمجھاتے ہیں اور یہی صحیح طریقہ ہے کہ اللہ کے انعام

اکرام کو بھی سمجھے، کہ اللہ نے یہ دیا ہے، یہ دیا ہے، یہ دیا ہے اور ہماری یہ ذمہ داری ہے، یہ ذمہ داری ہے، یہ ذمہ داری ہے، اگر یہ باتیں نہیں ہوگی تو وہ کام ایک رواج ہوگا رواجی طور پر کرلے جیسے رواجوں میں بہت سی چیزیں ہوتی ہیں، نہ کوئی ذمہ داری ہے نہ کوئی طریقہ ہے، بس ایک رواج ہے جو چل پڑا ہے، قوموں میں برادریوں میں، وہ دین نہیں ہوتا؛ بلکہ دین وہ ہوتا ہے کہ جس کا حکم ملا ہو، جس کا طریقہ دیا گیا ہو اُس کو دین کہتے ہیں، کہ جس کا حکم ملا ہو اوپر سے اللہ سے اور جس کا طریقہ ملا ہو نبی سے، حکم، طریقہ اور تیسری عمل کرنے والے کی نیت ان تینوں کو ملا کر کے دین اور عمل بنتا ہے، حکم کے مطابق طریقے کے مطابق صحیح نیت کے مطابق، حکم کے مطابق طریقے کے مطابق اور صحیح نیت کے مطابق جو کام ہو وہ بنے گا دین اگر ان میں سے ایک کی بھی کمی ہوئی تو دین نہیں بنے گا آخرت نہیں بنے گی؛ اس لیے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ زندگی ذمہ داریوں کا نام ہے اور ذمہ داریوں میں حکموں کو دیکھا جائے گا، طریقوں کو دیکھا جائے گا، نیتوں کو دیکھا جائے گا کہ اپنی نیتیں صحیح کرو طریقہ صحیح معلوم کرو حکم کی تحقیق کرو؛ تاکہ وہ چیز دین بنے، نہیں تو جس کی سمجھ میں جو آوے وہ کرے، جو جس کی سمجھ میں آوے وہ کرے کہ یہ صحیح نہیں ہے، یہ صحیح نہیں ہے، اللہ نے ہم کو ایسا نہیں چھوڑا؛ بلکہ ہم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک نعمت پر لا کر کے چھوڑا ہے، وہ نعمت دین ہے اس پر لا کر کے ہم کو کھڑا کیا ہے۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

ایمان وعلم

فرمایا: رسول ایمان اور علم یہ دو چیزیں لے کر آتے ہیں، دو چیزیں ہوتی ہیں ان

کی: ایک ایمان ہوتا ہے یعنی اللہ سے تعلق پیدا کرو، یہ پہلی دعوت ہے کہ اپنے اللہ سے تعلق پیدا کرو کہ کون سا تعلق کہ بندگی کا تعلق، اللہ سے بندگی کا تعلق ہے مالک تو وہ سب کا ہے خالق تو وہ سب کا ہے سب کہتے ہیں مالک اللہ ہے، وہ سب کا مالک ہے لکھا ہوا دیکھا ہوا ہے کہ وہ سب کا مالک ہے، جی ہاں! تو اتنا کافی نہیں ہے، اتنا کافی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ مالک بھی ہے خالق بھی ہے، سب کچھ کرنے والا ہے، کائنات میں کوئی چیز ہو نہیں سکتی جب تک اللہ نہ چاہے کوئی پتہ بھی اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا اور گر نہیں سکتا، جب تک اللہ نہ چاہے پوری کائنات پر اللہ کی نظر بھی ہے، پوری کائنات پر اللہ کی قدرت بھی ہے، پوری کائنات پر اللہ کا استعمال بھی ہے، وہی استعمال کرتا ہے کائنات کو۔ (بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

رجوع الی اللہ

فرمایا: نبیوں کی دعوت ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کی طرف رجوع کرو، ہمارا رجوع اللہ کی طرف ہو جاوے کس راستے سے؟ کہ بندگی کے راستے سے، بندگی کے راستے سے، عبادت کے راستے سے، اطاعت کے راستے سے، اللہ کی طرف ہمارا رجوع ہو جائے یہ دعوت ہے، یہ دعوت ہے کہ اپنا رجوع اللہ کی طرف کرو اطاعت کے راستے سے، اطاعت کے لیے پیدا ہوئے ہیں، عبادت کے لیے بنایا ہے اللہ نے، نبیوں کی آمد اطاعت قائم کرانے کے لیے ہوتی ہے، ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ کہ ہم نے جب کبھی کوئی رسول دنیا میں بھیجا ہے تو اس لیے بھیجا ہے کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت زمین پر قائم ہو۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

اطاعت کا مطلب

فرمایا: اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ جان سے مال سے نیت سے عمل سے اپنے آپ کو خدا کا تابعدار کرنا، آزاد نہیں رہنا، آزاد نہیں رہنا، ہمارے دین میں آزادی منع ہے، اللہ کے حکم کے تابع رہو، آزادی نہیں، اللہ کے حکم کے تابعداری کا نام بندگی اور عبدیت ہے کہ اللہ کے حکموں کے تابع ہیں جان میں بھی، مال میں بھی، ارادے میں بھی، عمل میں بھی، سب چیزوں میں بندہ بن کر کے جینے کی دعوت دیں ''كُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا'' حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے تو بندے بن کر رہو اور آپس کے بھائی بن کے رہو، مدینہ منورہ والوں کو یہ سبق دیا تھا کہ اللہ کے بندے بنو، نفس کے بندے نہ بنو، خواہش کے بندے نہ بنو؛ بلکہ اللہ کے بندے بنو اور آپس کے بھائی بنو، کیوں کہ آدمی کا تعلق اللہ سے بھی ہے اور نیچے سے بھی ہے، بندوں میں رہ رہا ہے، تو بندوں میں بندہ بن کر رہے، بندوں میں بڑا بن کر کے نہ رہے، اللہ کو یہ بات سخت ناگوار ہے کہ کوئی بڑا بنے، کوئی اپنی بڑائی چاہے۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

اپنی امانت داری اللہ کو دکھاؤ

فرمایا: اپنی زندگی کی ذمہ داریوں کو امانت داری سے کرنا ہے، امانت داری سے کرو اپنی امانت داری، اپنی سچائی اللہ تعالیٰ کو دکھاؤ، لوگوں کو نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کو دکھاؤ اپنے امانت داری، اپنے سچائی، اپنے وفاداری؛ یہ اللہ کو دکھاؤ کہ یہی چیز فائدہ دے گی ﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ قیامت کے بارے میں یہ کہا کہ قیامت کا دن وہ دن ہوگا کہ سچوں کو اور وفاداروں کو وفاداری کام آئے گی،

وفاداری کام آئے گی سچوں کو سچائی کام آئے گی کہ ان کی باتوں میں بھی سچائی ہے، ان کے عمل میں بھی سچائی ہے، ان کی نیت میں بھی سچائی ہے، یعنی وفاداری ہے، تو یہ مزاج بنانا ہے، یہ مزاج دین میں بنانا ہے کہ ہم اللہ کے اور اس کے حکموں کے تابعدار ہیں، ہم اس کے وفادار ہیں۔ (بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

دعوت کا کام اخلاص سے کرنا ہے

فرمایا: یہ تابعداری وفاداری ہر حال میں کرنی ہے، ہر حال میں کرنی ہے، یہ کام ہے ہمارا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے کہ ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر ہاتھ دے کر یہ قول قرار کیا ہے کہ ہم آپ کی بات سنیں گے، آپ کی بات مانیں گے، کس حال میں؟ کہ ہر حال میں، ہر حال میں، کوئی حال ہمیں اس سے مانع نہیں ہوگا، رکاوٹ نہیں ڈالے گا ہر حال میں مانیں گے، کوئی ہم کو پوچھے تو، کوئی ہم کو نہ پوچھے تو کہ ہم کو نہیں پوچھا اس لیے نہیں کرتے تم جانو، نہیں ایسا نہیں ہے، اگر کام اللہ کا ہے اور اس نے اللہ کا کام کیا ہے تو ہم کو نہیں پوچھا ہے، تو بھی ہم اس کا ساتھ دیں گے؛ کیوں کہ اللہ کا کام ہو رہا ہے، مجھے نہیں پوچھا، یہ کوئی بات نہیں، نہیں پوچھا ہوگا کسی وجہ سے؛ لیکن کام تو اللہ کا ہوا ہے، ہم اس کے ساتھ ہیں، اس کو اخلاص کہتے ہیں، کیا کہتے ہیں؟ اللہ کے کام کو اللہ کے لیے کرنا اور کوئی غرض اندر نہ آوے، اور کوئی غرض اندر نہ آئے، اللہ کے کام کو اللہ کے لیے کرنا کوئی پوچھے تو کوئی نہ پوچھے تو، جی ہاں! کوئی آگے بڑھائے تو کوئی آگے نہ بڑھاوے تو کہ ہم کو آگے نہیں بڑھایا، یہی کرتے رہتے ہیں، ہم کو آگے نہیں بڑھاتے ہیں کہ یہ مزاج نہیں؛ بلکہ جو کر رہے ہیں ہم ان کے مددگار ہیں۔ (بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

فضائل کے علم کا فائدہ

فرمایا: یہی اصل دین ہے کہ کیا حکم ہے اس کو دیکھنا، اس کی کیا فضیلت ہے اس کو دیکھنا، کیا حکم ہے اس کو دیکھو، اس کی کیا فضیلت ہے اس کو دیکھو، حکم پر عمل کرنا فضیلتوں کے یقین کے ساتھ، اس لیے فضائل بتائے گئے ہیں نبیوں پر فضائل کا علم اتارا گیا ہے کہ اگر فضائل کا علم ہوگا تو شوق ہوگا کیا ہوگا شوق ہوگا فضائل کے علم میں شوق اور خوف کی باتیں ہوتی ہیں، یہ کروگے یہ ثواب ملے گا یہ گناہ ہوگا تو یہ عذاب ہوگا، فضائل جو ہیں وہ زمین تیار کرتا ہے جیسے زمین کو تیار کیا جاتا ہے اگانے کے لیے تاکہ اگے، ایسے ہی میرے دوستو جو فضائل کا علم ہے وہ دلوں کی زمین تیار کرتا ہے، اس لیے فضائل کا علم اللہ نے اتارا ہے اگر فضائل کا علم نہیں ہے تو عمل میں جان کم ہے، کرلیا سر سے اتر گیا یہ ہوگا اور فضائل کا علم ہوگا، اس کا یقین ہوگا تو عمل کو یقین کے ساتھ کرے گا اور عمل فوت ہوجائے گا تو پچھتاوا ہوگا کہ مجھ سے چھوٹ گیا، میرا یہ عمل فوت ہوگیا میں پیچھے رہ گیا؛ اس لیے فضائل کا علم اتارا، آگے بڑھو۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

حسد کی قباحت

فرمایا: دو کیفیتیں ہوتی ہیں ایک کیفیت یہ ہوتی ہے کہ مجھے فضیلت کمانی ہے جیسے یہ کما رہے ہیں اور ایک حسد ہوتا ہے کہ یہی کرتے ہیں یہی کرتے رہتے ہیں، دوسروں کا حق نہیں ہے اس کو کیا کہتے ہیں یہ حسد ہے کہ کرنے والے کی قدر کرنے کے بجائے اس کی طرف سے اپنے دل میں کھوٹ آوے، بجائے اس کی قدر کرنے کے کھوٹ آوے، اس کو حسد کہتے ہیں، شیطان کو حسد نے برباد کیا، شیطان کو کس نے

برباد کیا کہ آدم کو سجدہ کرایا اور آدم کو اللہ نے فضیلت دی اپنا خلیفہ بنایا، اس پر اس کو حسد آیا، جی ہاں اور اس نے برجستہ اللہ کے سامنے یہ کہا: ﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ﴾ کہ میں آدم سے اچھا ہوں، آپ نے آدم کو پسند کیا، آدم کو نوازا، میں آدم سے اچھا ہوں، اللہ پر اعتراض ہے تو وہ برباد ہوا کیوں کہ حسد آیا، کسی کی ترقی پر حسد آئے یہ بات ٹھیک نہیں ہے؛ بلکہ جس پر حسد آئے اس کے لیے خوب دعا کرے کہ اللہ اس کو اور ترقی دے، ہاں تاکہ حسد نکل جائے۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

ایمان واحتساب

فرمایا: خالی پروگرام پورا کرنا کافی نہیں ہے، یہ پروگرام ہے یہ تقاضہ ہے یہ پورا ہوجاوے؛ بلکہ اس پروگرام پر اس تقاضہ پر کیا ملنے والا ہے وہ بھی دھیان ہو، وہ بھی ہمارے دھیان میں ہو کہ یہ پروگرام اس تقاضے پر مجھے اللہ کیا دینے والے ہیں یہ ایمان اور احتساب کہلاتا ہے یعنی اندر کا یقین اور اور ثواب کا حساب یہ سامنے ہو اندر کا یقین ہو اور ثواب کے حساب سے کام کرتے رہیں تو یہ اخلاص کی قسم کہلاتی ہے۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

نیتوں کا اخلاص

فرمایا: اس کام میں سب سے زیادہ ضروری جو ہے وہ نیتوں کا خالص ہونا ہے حدیثوں میں ہے: اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِيْ مِنَ الرِّيَا وَلِسَانِيْ مِنَ الْكِذْبِ وَعَيْنِيْ مِنَ الْخِيَانَةِ" کہ یا اللہ میرے دل کو نفاق سے پاک کر اور اخلاص دے دے، نفاق اندر کچھ باہر کچھ کہ ایسا نہ ہو کہ میرے دل کو نفاق سے

پاک کر، میرے عمل کو ریا سے صاف رکھ کہ میرے عمل میں کوئی ریا نہ آوے میرے عمل میں کوئی ریا نہ آوے؛ بلکہ اللہ اور آخرت سامنے رکھے، اس کو مخلص کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی رضا کو اللہ کے خوشنودی کو اور اپنی آخرت کو بنانے کے لیے کرے، جو اس نہج پر رہے گا وہ ہمیشہ کرتا رہے گا کہ مجھے تو اللہ کو راضی کرنا ہے مجھے تو اپنی آخرت بنانی ہے کوئی پوچھے کوئی نہ پوچھے کوئی آگے بڑھاوے کوئی نہ بڑھاوے۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

اخلاص کا فائدہ

فرمایا: مخلصین کی وجہ سے دو دو باتیں ہوتی ہیں ایک تو مخلصین کی وجہ سے فتنے ختم ہوجاتے ہیں، جب لوگوں میں اخلاص آئے گا اور اخلاص کی بنیاد پر کام کیا جائے گا تو فتنے ختم ہوجائیں گے اور اللہ کی طرف سے اخلاص کی وجہ سے رہبری ہوگی تو اللہ کی طرف سے رہبری بھی ہوگی اور اللہ کی طرف سے فتنوں کا ختم ہونا بھی ہوگا یہ کس بنیاد پر ہے کہ اس بنیاد پر ہے کہ کام کو اخلاص کے ساتھ اللہ کے لیے کرنا۔

ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ جو بھی کوئی اس کام سے بڑائی چاہے گا اپنے اندر تو وہ فتنوں کا منہ دیکھے گا کہ جو بھی اس کام کے ذریعے سے اپنی بڑائی چاہے گا تو وہ فتنوں کا منہ دیکھے گا، اس کے سامنے فتنے آئیں گے۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

دین کے کام اپنے آپ کو مٹا کر کیے جاتے ہیں

فرمایا: بہت احتیاط کی بات ہے؛ کیوں کہ کام ہوتا ہے تو استقبال بھی ہوتا ہے، آؤ بھگت بھی ہوتی ہے، اس لیے آدمی اپنی حیثیت سمجھتا ہے کہ میری بھی کوئی حیثیت

ہے، نہیں کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اللہ ہے بس اور اس کا دین ہے، اس کا کام ہے، اس لیے دنیا کے تمام کام تو اپنے آپ کو بڑا چڑھا کر کیے جاتے ہیں اور اس کے لیے اپنے آپ کو بڑھاتے ہیں، ہمارے دین کے تمام کاموں کو مٹا کر کیا جاتا ہے اپنے آپ کو مٹاؤ، اپنے آپ کو اپنے آپ کو مٹاؤ کہ اپنے آپ کو مٹا کر کرو، کسی کا کوئی حق نہیں ہے، اللہ کا حق ہے؛ کیوں کہ اللہ نے یہ کام دیا ہے اب جو کام کرے گا اللہ اس کو آگے بڑھائے گا، قاعدہ ہے کہ جو کرے گا اللہ اس کو آگے بڑھائے گا تو جو بڑھے گا وہ کام کی وجہ سے بڑھے گا، بغیر کام کے اپنے آپ کو بڑا بنانا یہ پسند نہیں ہے، یہ پسند نہیں ہے اپنی برتری؛ بلکہ اللہ تعالیٰ بندوں میں بندگی دیکھنا چاہتے ہیں، کیا دیکھنا چاہتے ہیں؟ بندگی دیکھنا چاہتے ہیں کہ بندہ بن کر کام کرو، جیسے حضور ﷺ فرماتے ہیں میں اللہ کا ایک بندہ ہوں إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ میں بھی اللہ کا ایک بندہ ہوں۔ اور یہ بات اس لیے سمجھائی ہے تاکہ اپنی زندگی کی ذمہ داریوں کو ہر ایک بندہ بن کر کے پوری کرے ایک بات۔ (بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

استقامت مطلوب ہے

فرمایا: اپنے کام میں استقامت پیدا کرو یعنی اپنے آپ کو پابند کرو جو کام شروع کیا ہے، اس کو آخر تک لے جاؤ جیسے تعمیر کرتے ہیں، تو ایک ایک اینٹ آخر تک لے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ جگہ رہنے کے لائق ہوگئی، تعمیر کرتے ہیں اینٹ پر اینٹ، ایسے ہی کہا کہ اپنے عمل میں اپنے آپ کو پابند کرو کہ عمل کے ساتھ عمل، عمل کے ساتھ عمل، عمل کے ساتھ استقامت، استقامت کا حکم اس وجہ سے ہوتا ہے کہ حالات مختلف ہوتے ہیں، بعض مرتبہ حالات موافق ہوتے ہیں بعض مرتبہ حالات ناموافق

ہوتے ہیں، تو کیا کریں، حالات کے حساب سے چلیں؟ یا حکم کے حساب سے چلیں؟ حکم کے ساتھ چلیں، مسلمان وہ ہے جو حکم کو سامنے رکھے اور حالات کو برداشت کرے اگر حالات اچھے ہیں اور حکم بھی ہے تو اللہ کا شکر کریں، الحمدللہ حالات بھی اچھے ہیں اور حکم بھی پورے ہو رہے ہیں، شکر کریں، انبیاءِ کرام اپنا کام ہمیشہ شکر کے مزاج سے کرتے تھے کہ الحمدللہ اللہ نے ہم کو بڑی عزت دی ہے، بڑا کام دیا ہے، بڑی نعمت دی ہے، وہی تعلیم ہمارے لیے ہے کہ اپنے کاموں کو شکر کے مزاج سے کرو۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

ایمان والا حکم کے تابع ہوتا ہے

فرمایا: استقامت ضروری ہے کہ اپنے آپ کو پابند کرے کیوں کہ دنیا میں حالات ہیں اچھے حالات بھی ہوتے ہیں ناگوار حالات بھی ہوتے ہیں، حالات کا اعتبار نہیں، وہ تو گزر جائیں گے حالات تو گزرنے کے لیے ہوتے ہیں، بچپنا جوانی بڑھاپا یعنی حالات تو گزر جاتے ہیں تو حالات کا اعتبار نہیں ہے یہ دیکھا جائے گا کہ حالات میں کیا کیا اس لیے اللہ حالات بھی لاتے ہیں حکم بھی دیتے ہیں حالات بھی لاتے ہیں حکم بھی دیتے ہیں روزے گرمیوں میں آئیں گے، گرمی بھی آئے گی روزہ بھی آئے گا، گرمی بھی آئے گی حج بھی آئے گا، گرمی بھی آئے گی نمازیں بھی ائیں گی، موسم بدلتے رہتے ہیں، حضرت جی فرماتے تھے کہ ہم حکموں والے ہیں حالات والے نہیں ہیں ہم حکموں والے ہیں ہم تو حکموں کو دیکھیں گے حالت کیا ہے کہ وہ نہیں؛ کیوں کہ حالت وہ تو گزر جائے گی اس لیے فرماتے تھے ہماری عبادت کا جو حساب ہے وہ چاند کے حساب سے ہے، سورج کے حساب سے نہیں ہے یعنی ہم موسم کے تابع

نہیں ہیں جیسے دنیا میں موسم کے تابع ہیں کہ بھائی یہ گرمی کا زمانہ ہے چھٹیاں کرو تو گرمی میں چھٹی ہو جاتی ہے جہاں بہت سردی ہوتی ہے وہ سردیوں میں چھٹی کرتے ہیں چھٹی کرو دماغ کام نہیں کرے گا تو چھٹی آپ کے یہاں ہے، ہمارے یہاں ایسا نہیں، گرمی آوے سردی آوے، بارش آوے ہم تو حکم والے ہیں تو گرمی میں بھی کام کریں گے سردی میں بھی کام کریں گے بارش میں بھی کام کریں گے سردی میں حج آوے گا تو سردی میں حج کریں گے اور گرمی میں حج آوے گا تو حج کریں گے، وہاں کی گرمی کتنی سخت گرمی ہوتی ہے، گرمی کا حج بہت سخت ہوتا ہے، وہ علاقہ ہی گرم ہے، حکومت اعلان کرتی ہے کہ گرمی شدید ہے باہر مت پھرو، عربی میں اعلان ہوتا ہے وزارت حج کی طرف سے گرمی بہت سخت ہے جان لیوا گرمی ہے باہر مت پھرو؛ لیکن حج تو کرنا ہی پڑے گا؛ کیوں کہ حج کے مہینے ہیں، ایسے ہی روزہ ایسے ہی نمازیں سردی آوے گرمی آوے بارش آوے، تو یہ مثال اس لیے سمجھاتے تھے کہ ہم ایمان والے ہیں اور ایمان والا حکم کے تابع ہوتا ہے حالات کے تابع نہیں ہوتا ایمان والا حکم کے تابع حالات کے تابع نہیں اچھے حالات میں تو شکر کے ساتھ ناگوار حالات آئیں تو صبر کے ساتھ۔ (بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

سنت طریقے اصل دین ہیں

فرمایا: جتنے بھی سنت طریقے ہیں وہ اصل دین ہے، اصل دین وہ نبی ﷺ کی سنتیں ہیں اس لیے ہمارے کام میں ہماری انفرادی زندگی میں اس کا بھی التزام ہونا چاہیے کہ ہم اپنی انفرادی زندگیوں میں حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل کریں اجتماعی زندگیوں میں نصرت پر عمل کرے کہ اجتماعی کاموں میں ایک دوسرے کی نصرت

کرنے والے بنیں اور اپنی انفرادی زندگی میں سنتوں پر عمل کرو؛ کیوں کہ کام کا یہی اثر ہے جیسے دوا کھاتے کھاتے دوا کا اثر ہوتا ہے کہ آنکھوں میں روشنی نہیں تھی آنکھوں میں روشنی آ گئی کیوں اس کی دوا ہوئی اس کی دوا ہوئی تو آنکھوں میں روشنی آ گئی معدہ ہضم نہیں کرتا تھا دوا کھاتے کھاتے معدہ میں ہضم کرنے کی طاقت آ گئی تو جس طرح دواؤں کے استعمال سے بدن کی طاقتیں آتی ہیں، اِس طرح میرے دوستو یہ سارے احکام ہیں کہ یہ کام اگر اس طریقے سے ہوتے رہیں مشورے کے ساتھ نصرت کے ساتھ تو پھر جو جو کمی ہے وہ دُور ہو جائے گی۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

ایک قابلِ اصلاح بات

فرمایا: ہماری اس محنت کے ذریعے سے ہماری ذاتی عبادتیں بھی بڑھ جاوے، یہ کمی ہے ہمارے اندر کہ اپنی ذاتی عملوں کو بڑھانا جس طرح نصرت کے ذریعے سے کام کو بڑھانا علی العموم اس طرح اس کام کے ذریعے سے اپنے انفرادی عملوں میں بھی ترقی کرنا یہ مطلوب ہے، یہ نہیں کہ ہم تو ہیں ہی کام میں، ہم تو ہیں ہی کام میں، تو ہم تو ہیں کام میں کا یہ نظریہ آدمی کو عملوں میں پیچھے کرے گا، ہماری اس مسجد (فیض الٰہی) میں شروع میں میں نے یہ بات کہی اور ساتھیوں نے الحمدللہ لی، وہ یہ تھی کہ عشاء کی نماز میں دوسنت، تین وتر پڑھ کے آجاؤ بھائی، آجاؤ بھائی حیاۃ الصحابہ کی تعلیم ہوگی اور وہ جو نہیں جاتے ہیں جماعتوں میں شہر کے مسلمان نمازی، وہ وہاں ہوتے وہ پوری سترہ رکعت پڑھتے ہیں اور ہمارے ساتھی سترہ نہیں پڑھتے، یہ اللہ پر احسان کرتے ہیں حیاۃ الصحابہ سننے کے لیے اور وہ سترہ پڑھتے ہیں، یہ نو پڑھتے ہیں اور یہ عادت ہوگئی ہے،

دوسنت تین وتر، آجاؤ بھائی، یہ میں نے خوب دیکھا کہ ہمارے ساتھیوں کے اعمال؛ حالاں کہ وہ داعی ہیں؛ لیکن ان کے اعمال کم ہیں، یہ پابند نہیں ہیں؛ بلکہ انہوں نے قناعت کی ہے، ہم تو ہیں، ہم تو ہیں، یہ بات نہیں ہونی چاہیے، قناعت نہیں ہونی چاہیے؛ بلکہ آخرت بنانے کے لیے سب کچھ کرنا چاہیے، قناعت منع ہے کہ ہم تو ہیں ہی، ہم تو ہیں ہی نہیں، بلکہ انفرادی اعمال اجتماعی اعمال نوافل، فرائض یہ تو کرنے ہی کرنے ہیں، فرائض تو کرنے ہی کرنے ہیں یہ باتیں آتی نہیں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان پر ابھی اپنی نمازیں باقی ہیں، تبلیغ میں لگنے سے پہلے بے نمازی تھے، پھر اللہ نے ان کو جماعت میں جوڑا، وہ نمازی بنے؛ لیکن بیسیوں نمازیں ان پر باقی ہیں حضرت رحمہ اللہ روانگی میں نمازوں کے قضا کرنے کے لیے فرماتے تھے، پتہ نہیں اب آپ لوگ کہتے ہیں یا نہیں کہتے؛ لیکن حضرت جی کہتے تھے کہ جن کی چھوٹی ہوئی نمازیں ہیں وہ قضا پڑھیں؛ کیوں کہ قضاء بھی فرض ہے، ادا بھی فرض ہے، یہ اپنے عملوں کی کمی دُور کرنے کے لیے؛ ورنہ حجاب ہوجاتا ہے کہ ہم تو ہیں جماعت میں تو یہ شرکت حجاب ہوگئی؛ حالاں کہ شرکت حجاب کے لیے نہیں ہے شرکت تو ترقی کے لیے ہے؛ لیکن یہ باتیں آتی نہیں ہیں۔ (بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

چھ صفات میں سے ہر صفت مطلوب ہے

فرمایا: چھ نمبروں میں سے ہر نمبر دوسرے نمبر کے ساتھ جڑا ہوا ہے، پہلا نمبر ایمان، یہ پورے پانچ نمبروں کے ساتھ جڑا ہوا ہے، ایمان نماز کے ساتھ، ایمان علم وذکر کے ساتھ، ایمان حقوق کی ادائیگی کے ساتھ، ایمان اخلاق کے ساتھ، ایمان قربانی کے ساتھ، یہ طریقہ ہے، ایسے ہی نماز کہ نماز ایمان کے ساتھ؛ کیوں کہ ایمان

کے بغیر نماز قبول نہیں ہوگی منافق نماز پڑھتے تھے تو ان کی نماز نہیں ہوتی؛ کیوں کہ ایمان نہیں ہے، تو ایمان نماز کے ساتھ پھر نماز علم وذکر کے ساتھ اور نماز دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی رعایت کے ساتھ۔

(بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

تسویف کا مطلب اور اس کا نقصان

فرمایا: تسویف کا مطلب ہے کہ سوف أفعل بعد میں کرلیں گے، ابھی کیا ضروری ہے، عید کے بعد کرلیں گے، رمضان کے بعد کرلیں گے، حج کے بعد، شادی کے بعد کرلیں گے، اس کو تسویف کہتے ہیں، دوسرے وقت پر ٹالنے کو تسویف کہتے ہیں اور شیطان یہی کرواتا ہے کہ بعد میں کرلیں گے، ابھی کیا ضروری ہے، اس کو ٹالنا کہتے ہیں، فکر بھی نہیں اور عمل بھی نہیں، دونوں چیزیں نہیں، یہ ایک خیال ہے، اس میں پھنسا دیا کہ بعد میں کرلیں گے، بہت وقت ہے، ابھی کیا ضروری ہے، اس کو تسویف کہتے ہیں، علماء نے لکھا ہے کہ اکثر جہنم میں جانے والے تسویف کے راستے سے جائیں گے، کسی کا حق ہے، کسی کا قرضہ ہے، تو کہتے ہیں کہ دے دیں گے، پھر دے نہیں پاتے اور یونہی مرجاتے ہیں، جب دینے کی طاقت تھی، نہیں دیا، نمازوں کا وقت تھا، نہیں پڑھی، بعد میں قضاء کرلیں گے یہ کہہ کر چھوڑ دیا، پھر کون پڑھتا ہے، جب اداء ہی نہیں کرسکا تو قضاء کیا کرے گا، حقوق کی پامالی اور بربادی اسی سے ہوتی ہے کہ بات سامنے آئی، تقاضا سامنے آیا، بات سمجھ میں بھی آئی؛ لیکن نہیں کیا، اس کو تسویف کہتے ہیں کہ ٹالتے رہے اور حق باقی رہ گیا، اللہ کا حق، بندوں کا حق تسویف کی وجہ سے باقی رہ گیا۔

(۲۹ صفر ۱۴۴۳ھ، مطابق ۱۹ نومبر ۲۰۱۶ء، بعد مغرب، بھروچ اجتماع، گجرات)

اس کام کا ایک حصہ دعا کا بھی ہے

فرمایا: اس کام کا ایک حصہ دعا کا بھی ہے، اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے دعائیں مانگنے، توبہ کرنے، واویلا کرنے کی توفیق دیتے ہیں، اگر کوئی انسان اللہ کے سامنے عاجزی کرتا ہے، واویلا کرتا ہے، روتا ہے تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی خیر دینے کا ارادہ کیا ہے۔ ؎

چوں خدا خواہد کہ او یاری کند
میل ما را جانب زاری کند

کہ جب اللہ خیر دینے کا ارادہ کرے گا تو پھر اسے رونے دھونے، عاجزی کرنے کی توفیق ہوجاتی ہے، پھر وہ اللہ کے سامنے تنہائیوں میں روتا ہے، اپنے مسئلے رکھتا ہے، اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے، اپنے حالات اللہ کے سامنے پیش کرتا ہے، اپنی حاجتیں مانگتا ہے، اپنے اوپر دعاؤں کے دروازے کھلوادیں! جس کے لیے دعا کا دروازہ کھلا اس کے لیے قبولیت کا دروازہ کھلا، نہیں تو پھر دل سخت ہوجاتے ہیں، تو دعا نہیں مانگتے اور پھر دعا میں دل نہیں لگتا؛ اس لیے اللہ کے راستے میں جس طرح دعوت میں محنت کریں، اسی طرح دعا میں بھی اپنے آپ کو لگادیں، ہمارے بڑوں نے دعاؤں سے بڑے بڑے کام اللہ تعالیٰ سے بنوائے ہیں، ان کے بڑے بڑے کام دعاؤں سے ہوگئے جو ناممکن تھے۔ (۱۲/۴/۲۰۱۳ء، بھروچ)

مال کا مثبت پہلو

فرمایا: مال زندگی کا بہترین سہارا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ مال کیا چیز ہے؟ مال زندگی کا بہترین سہارا ہے، کہ آدمی اپنی راحت، اپنی ضرورت اور اپنی عبادت مال

سے کرلیتا ہے۔ بعض عبادتیں مالی ہوتی ہیں، اُس میں مال لگتا ہے، بعض ضرورتیں مالی ہوتی ہیں، اُس میں مال لگتا ہے، تو آدمی مال سے اپنی راحت، اپنی ضرورت اور اپنی عبادت کو کرلیتا ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ مال زندگی کا بہترین سہارا ہے، کوئی تکلیف آئی، کوئی رکاوٹ آئی تو آدمی اُس میں مال خرچ کرتا ہے، تو وہ تکلیف اور رکاوٹ دُور ہوجاتی ہے؛ اِس لیے فرمایا کہ مال زندگی کا بہترین سہارا ہے۔

اللہ کے خوف کا مطلب

فرمایا: اپنے ایمان میں قوت پیدا کرو! ہمارے پاس اصل چیز ایمان ہے، اِس ایمان کو بچانا ہے اور اِس ایمان کو لے جانا ہے آخرت میں اور کوئی چیز ہے لے جانے کی؟ ہاں ایمان ہے اور ایمان کے تقاضے پر جو کام ہیں وہ بس؛ اِس لیے کہا کہ اپنے ایمان کی فکر کرو! ہمارے اندر ایمان آئے یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف پڑے، ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا خوف پڑے کہ جس کو خوف ملا اُس نے اپنے آپ کو بچالیا، جو ڈرتا نہیں ہے وہ پھنس جاتا ہے؛ اِس لیے ڈرایا جاتا ہے دیکھو دیکھو، ڈرے گا تو بچے گا، حدیث میں ہے: ''ومن خاف أدلج ومن أدلج بلغ المنزل'' کہ جو ڈرا وہ صحیح چلا اور جو صحیح چلا وہ اپنی منزل کو پہنچا، یہ قاعدہ ہے کہ جو ڈرا وہ صحیح چلا اور جو صحیح چلا وہ اپنی منزل کو پہنچا؛ اِس لیے اپنی زندگی کو سنوارنے کے لیے ایک تو اپنے اندر اللہ کا ڈر پیدا کرنا ہے۔ بچے ڈرتے نہیں ہیں تو پریشان ہوتے ہیں، تو اُن کو ڈرایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی ذات سے ڈراتے ہیں ﴿وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝﴾

(اے عقلمندو! مجھ سے ڈرا کرو)۔ اللہ سے ڈرنے کا کیا مطلب ہے کہ ڈر کر کانپتے رہو؟ نہیں کانپنا نہیں ہے، ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کو اللہ کی ناراضگی سے بچاؤ،

کوئی کام ایسا نہ کرو جس کی وجہ سے اللہ ناراض ہوجائے، یہ مطلب ہے؛ کیوں کہ اللہ کا ناراض ہونا بہت خطرناک بات ہے، کہ جب اللہ ناراض ہے تو زمین وآسمان میں اُس کا کوئی نہیں ہے۔

اعمال کی محبت اور عبادت کی محبت اِس کام کے اثرات ہیں

فرمایا: مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہمارا یہ محنت کرنا اگر صحیح ہوا تو لوگوں کے دلوں میں اللہ کے حکموں کی محبت پیدا ہوگی جیسے بازار میں گھومنے سے چیزوں کی محبت آتی ہے، چیزوں کی کشش آتی ہے؛ اِس لیے فرمایا کہ اگر ہمارا یہ عمل صحیح رہا تو لوگوں کے دلوں میں اعمال کی محبت ہوگی کہ میں اچھی نماز پڑھوں، میں اچھا سجدہ کروں، میں اچھے روزے رکھوں، بار بار حج کروں؛ تاکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوجائے، اعمال کی محبت، عبادت کی محبت، یہ اس کام کے اثرات ہیں۔ میرے دوستو! اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے اس کو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس خیر سے محروم نہ کرے، جیسے بنی اسرائیل محروم ہوگئے اور ڈانٹ پڑی، کتنی خیر کی چیزیں دی تھیں اور انھوں نے کیا قدر کی؟ اور دھمکی دی گئی اُن کو۔

جماعتوں کے اندر فارغ وقت کا بہترین استعمال اپنی قضا نمازیں ہیں

فرمایا: علم نہیں ہے تو جہالت ہوگی، ذکر نہیں ہے تو غفلت ہوگی، غفلت اور جہالت یہ کفر کی صفتیں ہیں، علم وذکر یہ ایمان کی صفتیں ہیں، جب ایمان آیا ہے تو علم بھی آیا ہے، جب ایمان آیا تو ذکر بھی آیا، ہاں ﴿اُذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، ذکر آیا، علم آیا؛ کیوں کہ یہ ایمان کی صفتیں ہیں، ایمان کی ترقی کا ذریعہ ہیں؛ اِس لیے اپنے آپ کو ذکر کا پابند کریں۔ اب ہماری جماعتوں میں ذکر کا اہتمام نہیں ہوتا، پروگراموں کا اہتمام ہے، اِس کی وجہ سے بہت سے نوافل چھوٹ گئے،

پراگراموں کی وجہ سے دو رکعت سنت تین وتر، آجاؤ بھائی آجاؤ، اِس کو رواج کہتے ہیں؛ حالاں کہ یہ اعمال کی دعوت ہے، اِس کی وجہ سے تو اعمال بڑھ جانے چاہئیں، جو فرائض قضا ہو گئے ہیں وہ بھی ادا ہو جانے چاہئیں، جو نوافل چھوٹ گئے ہیں اُن کا اہتمام ہو جائے، یہ اس کام کا تقاضا ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ روانگی میں قضا نمازوں کا ذکر کرتے تھے کہ چھوٹی ہوئی نمازیں پڑھو، فارغ وقت کا بہترین استعمال فرماتے تھے، نمازیں ہیں کہ وقت فارغ ہے اب کوئی پروگرام نہیں ہے، فارغ وقت کا بہتر سے بہتر استعمال اپنی نمازیں ہیں۔ تبلیغ کا ایک اثر ہے کہ نمازوں کی طرف، عبادتوں کی طرف رُخ بڑھ جائے، اگر عبادتوں کی طرف رُخ نہیں بڑھے گا تو دوسری چیزوں کی طرف رُخ بڑھے گا جو کام کو خراب کریں گے۔

روز آنہ کچھ نہ کچھ سیکھے، صحابہؓ نے اِسی طرح دین کو سیکھا

فرمایا: ہماری دعوت خالی اللہ کے راستے میں نکل جانے کی نہیں ہے؛ بلکہ جس طرح اللہ کے راستے میں نکل جانے کی دعوت ہے، ان چیزوں کی بھی دعوت ہے، کہ دین کو سیکھو، اس طرف عام طور پر توجہ کم ہے۔ چل رہا ہے جیسا چل رہا ہے، یہ کافی نہیں ہے؛ بلکہ اس کو ایسا بنانا ہے جیسا طریقہ ہے کہ حضور ﷺ نماز پڑھتے تھے، تو کیسی نماز پڑھتے تھے، نماز سے فارغ ہوتے تھے تو کیا کرتے تھے؟ ایک مثال دے رہا ہوں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار کرتے، **إذا انصرف عن صلاته استغفر ثلاثاً** ہمارے احباب نے اعلان کو اِتنی اہمیت دی ہے کہ بعد کی سنتیں ختم ہو گئیں؛ حالاں کہ اب اعلان زیادہ ضروری نہیں ہے، لوگوں نے کام کو سن لیا ہے، سمجھ لیا ہے، اب تو طریقہ پر آنا ہے، ان

اعلانوں میں وہ سنتیں ادا نہیں ہوتیں جو نماز کے بعد کی ہیں؛ اِس لیے یہ کام اصلاح کے قابل ہو گیا، ہماری ہر چیز میں سنت طریقہ آئے، تبلیغ سنتوں کی ہے، کہ حضور ﷺ نے سنتیں چھوڑی ہیں، آپ نے کیا کہا کہ میں نے اپنے بعد تمہارے لیے اللہ کی کتاب چھوڑی ہے، اپنے طریقے چھوڑے ہیں، تو اللہ کی کتاب اللہ کے حکموں کی تبلیغ ہے اور ان حکموں کے پورا کرنے کی تبلیغ ہے، اس کے لیے علم وذکر کا نمبر ہے روز کچھ نہ کچھ سیکھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اِسی طرح دین کو سیکھا ہے بڑی بڑی عمروں میں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتنے بڑے آدمی ہیں وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیثیں لیتے تھے؛ کیوں کہ اُن کے پاس بہت حدیثیں تھیں، فرماتے تھے میں نے حضور ﷺ سے حدیثوں کے بورے کے بورے لیے ہیں، تو وہ جمعہ کے دن آتے تھے، ابھی خطیب آئے نہیں ہیں تو منبر کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے اور لوگوں کو حدیثیں سناتے تھے، ابوالقاسم ﷺ نے یہ فرمایا، ابوالقاسم ﷺ نے یہ فرمایا، ابوالقاسم ﷺ نے یہ فرمایا حدیثوں کی تبلیغ؛ کیوں کہ حدیث تبلیغ کے لیے ہے اور عمل کے لیے ہے، تو دین تو علم وعمل کا نام ہے کہ اپنی ذات سے اپنے دین کو سیکھنا اور جاننا اور پھر دنیا میں اس کی دعوت دینا۔

ہر چیز کو سنت کے مطابق کرنا ہے

فرمایا: اصل زندگی تو سنت ہے، اگر زندگی میں سنت نہیں ہے، تو کچھ بھی نہیں ہے، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنت کا ترک یہ پوشیدہ کفر ہے، چھپا ہوا کفر ہے، جیسے مشرکین کہتے تھے ﴿لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ (آپ نبی نہیں ہیں) یہ کھلا ہوا کفر ہے، وہ تو نبی ماننے کو تیار نہیں تھے، وہ کھلا ہوا کفر ہے، اس کی نجات نہیں ہے، سنت ترک کرنا یہ

چھپا ہوا کفر ہے کہ نبی کو نبی بنا کر بھیجا ہے، ان کا طریقہ ہمارے لیے نمونہ ہے، ان کی سنت ہمارے لیے صحیح راستہ ہے؛ اِس لیے اپنی زندگیوں کو میرے دوستوں اس پر لانا ہے، سنت پر لانا ہے، نمازوں کو بھی سنتوں کے مطابق کرنا ہے، بیانوں کو بھی سنت کے مطابق کرنا ہے، سب چیزوں کو سنت کے مطابق کرنا ہے۔

اعتکاف بھی کیا کرو

فرمایا: رمضان میں اپنی محنت، اپنی دعا، اپنی قربانی، اپنی عبادت، اپنا اعتکاف یہ سب ہونا چاہیے، اپنے عمل کے ساتھ اعتکاف بھی کیا کرو، اب اعتکاف کا ذکر نہیں آتا، رمضان میں ہر ہفتے تین دن کے لیے، ہر ہفتے تین دن کے لیے تو پھر اعتکاف کہاں گیا؟ حضور ﷺ نے ہر سال اعتکاف کیا اور اجتماعی اعتکاف ہوا، صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ بیٹھتے تھے، یہ سنت ہے، ساری محنت تو سنتوں کو زندہ کرنے کے لیے ہے، سنتوں کو بھولنے کے لیے نہیں ہے۔

❑❖❑

دعوت وتبلیغ کا مقصد کار اور طریقۂ کار

دعوت وتبلیغ کی محنت کی ضرورت واہمیت اور اس کے مخصوص طریقۂ کار کی افادیت روز روشن کی طرح ظاہر ہے، تبلیغی جماعت کی چلت پھرت سے مقصد بانیٔ جماعت کی تعبیر میں خود دین سیکھنا اور دوسرے مسلمانوں میں دین کی طلب اور دین کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے ان کو بھی دین سیکھنے اور دین پر عمل کرنے کی طرف متوجہ کرنا ہے، اس کے لیے چھ بنیادی صفات کو عمومی بیان کا موضوع بنانا جماعت کا ایک پرانا محتاط نہج رہا ہے؛ لیکن اس کے بجائے مخصوص طریقہ کو فرض یا واجب بتانا، طریقہ کار ہی ثابت کرنے کو مشغلہ بنالینا اور طریقہ کار کی ترقی کو اصل کام سمجھ لینا اکابر تبلیغ کی سابقہ روایات کے خلاف ہے، عمومی بیانات کی یہ روش اس محنت کے لیے نقصاندہ ہے، حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم کا درج ذیل ملفوظ اس تعلق سے بڑا ہی چشم کشا اور اپنے اکابر کے صحیح داعیانہ مزاج کا پرتو ہے۔ (از عثمان حسن بارہ بنکوی)

فرمایا: ”طریقۂ کار کی ترقی اصل نہیں ہے، عبادت کی ترقی اصل ہے، یہ بات یاد رکھو، طریقۂ کار بڑھ گیا یہ ترقی نہیں ہے؛ بلکہ لوگوں میں عبادت کا رجحان بڑھ گیا، اپنے دین پر جان مال لگانے کا رجحان بڑھے اس کو عبادت کہتے ہیں کہ یہ بڑھ جاوے، فرائض میں بھی نوافل میں بھی، جو فوت ہو چکا ہے اسکی ادائیگی میں بھی یہ رجحان بڑھے، یہ اصل دین ہے، سمجھ میں آئی بات، یہ اصل دین ہے، ورنہ طریقۂ کار کو سب کچھ سمجھ لینا بڑی بھول ہے، طریقۂ کار ایک بدلنے والی چیز ہے، طریقۂ کار تو زمانے کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں، حضرت مولانا الیاس صاحب سے پہلے تین دن لگانا چالیس دن لگانا نہیں تھا کوئی جانتا نہیں تھا، یہ اب آیا، جی ہاں؛ کیونکہ یہ طریقۂ کار ہے، تو طریقۂ کار بدلتے رہتے ہیں حالات کی وجہ سے؛ لیکن جو اصل دین ہے وہ نہیں بدلتا، اس لیے اصل دین کیا ہے کہ ایمان میں کمال پیدا کرنا، فرائض کو اہتمام سے ادا کرنا اور حرام سے اپنے آپ کو بچانا اور کسی کا حق ہے تو ادا کرنا یہ اصل دین ہے۔ (ملفوظ حضرت مولانا ابراہیم دیولا دامت برکاتہم بتاریخ ۲۸/فروری ۲۰۲۴ء، بعد فجر، سہ ماہی مشورہ، مسجد فیض الٰہی، دہلی)

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر ضلع بھروچ، گجرات، الہند

JAMIA ULOOMUL QURAN, JAMBUSAR

AT.PO. JAMBUSAR. DIST: BHARUCH

GUJARAT. INDIA. 392150, TEL: 02644-220786

jamiahjambusar@gmail.com